تقلید کی شرعی حیثیت

اشکالات اور شبہات کا ازالہ



تالیف

حافظ جلال الدین قاسمی

فاضل دار العلوم دیوبند (ہند)

تخریج

ابو محمد عبد اللہ اختر

تحقیق

مولانا محمد ارشد کمال

تقدیم، تسہیل اور نظر ثانی

ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن

مکتبہ افکار اسلامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبيه ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ط ﴾
(الاعراف : ۳)

تقلید کی شرعی حیثیت

اشکالات اور شبہات کا ازالہ

تالیف

حافظ جلال الدین قاسمی

فاضل دارالعلوم دیوبند (ہند)

تخریج

ابو محمد عبداللہ اختر

تحقیق

مولانا محمد ارشد کمال

تقدیم، تسہیل اور نظر ثانی

ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن

سعدیہ اسلامک ایجوکیشنل ٹرسٹ

کی طرف سے یہ کتاب فی سبیل اللہ تقسیم کی گئی ہے۔

نام کتاب.............................. تقلید کی شرعی حیثیت ،اشکالات اور شبہات کا ازالہ
صفحات.............................. ٦٤
مؤلف .... حافظ جلال الدین قاسمی، فاضل دارالعلوم دیوبند
تخریج .... ابومحمد عبداللہ اختر
تحقیق .... مولانا محمد ارشد کمال
تقدیم، تسہیل اور نظر ثانی .... ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن
تعداد ۱۱۰۰
طبع پاکستان .... اول
اشاعت .... رمضان ۱۴۳۵ھ/جولائی ۲۰۱۴ع
طابع .... مکتبہ اسلامیہ پریس، لاہور
ناشر .... مکتبہ افکارِ اسلامی، لاہور

ملنے کا پتا
دار الفکر الاسلامی: واہ کینٹ، راولپنڈی، فون: 0321-5216287
مکتبہ اسلامیہ: غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، فون: 042-37244973

فہرست مضامین



تقدیم

دین وشریعت کے جملہ احکام وحی سے معلوم ہوتے ہیں،وحی قرآن و حدیث کا نام ہے۔انسانوں کے اعمال کی قبولیت کا دارومدار اس پر ہے کہ ان کے اعمال وحی کے خلاف نہ ہوں ، کیونکہ وحی کے مخالف اعمال ضائع ہو جاتے ہیں ، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ ﴾

(٤٧/محمد:٣٣)

''ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔''

مگر کچھ لوگوں نے دین پر عمل کرنے کے لیے تقلید کا راستہ اختیار کیا ، اس سلسلے میں انھوں نے تعصب سے کام لیا،قرآن و حدیث کی عبارات میں بے جا تاویلات کر کے اپنی فقہی برتری قائم کرنے کی کوشش کی ،امام ابن حزم اندلسیؒ (م:۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:

تقلید حرام ہے اور کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سوا بے دلیل کسی شخص کی رائے کو اَپنائے اور اس پر عمل کرے کیوں کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

''لوگو! تمھارے رب کی طرف سے جو نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو، اور اپنے رب کو چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو۔'' (۷/الاعراف:۳)

مزید ارشاد ہے:

''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ان حکموں کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیے ہیں تو جواب میں کہتے ہیں کہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔'' (۲/البقرۃ:۱۷۰)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا کسی اور کی پیروی نہیں کرتے ان کی تعریف میں اللہ جل شانہ فرماتے ہیں: ''اے پیغمبر (ﷺ) میرے ان بندوں کو خوش خبری دے دیجیے

جو بات سنتے ہیں اور اس میں جو بہتر ہوتی ہے اس کی پیروی کرتے ہیں۔ انھی لوگوں کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی لوگ عقل والے ہیں۔'' (۳۹/الزمر:۱۸)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

''اگر کسی معاملے میں تمھارے درمیان نزاع پیش آ جائے تو اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو۔ اگر تم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔'' (۴/النساء:۵۹)

کسی معاملے میں نزاع اور اختلاف کے وقت اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کے قول اور عمل کی طرف رجوع کرنے کی اجازت نہیں دی۔

صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا ہمیشہ اس امر پر اجماع رہا ہے کہ اس بات سے کلی طور پر بچا جائے کہ کوئی شخص اللہ کو اور اس کے رسول کو چھوڑ کر اپنوں میں سے کسی عالم اور امام کی پیروی کرے یا اسلاف میں سے کسی کے اقوال و آراء کو اپنے عمل کی بنیاد بنائے۔

جو شخص ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ کے اقوال و فتاویٰ کو حجت مانتا ہے، انھی کی پیروی کرتا ہے، ان کے سوا کسی کے فیصلے، فتوے اور رائے کو اہمیت نہیں دیتا، نہ اسے قبول کرتا ہے، قرآن و حدیث پر بھی اس وقت تک عمل نہیں کرتا جب تک اسے کسی خاص امام کے قول کے ساتھ مطابقت نہیں دے لیتا، ایسے شخص کو جان لینا چاہیے کہ وہ بلاشک اجماعِ امت کی مخالفت کا مرتکب ہوا ہے۔

اسے یہ جان لینا چاہیے کہ جب وہ ابتدائی تین بہترین زمانوں میں اپنی رہنمائی اور پیشوائی کے لیے کوئی امام اور مقتدا نہیں پاتا تو وہ مسلمانوں کے راستے سے ہٹ کر کوئی اور راستہ اپنا رہا ہے۔ ہم اس صورتِ حال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ خود فقہا اور مجتہدین نے اپنی اور کسی دوسرے معین شخص کی تقلید سے منع کیا ہے اور اس بات کی مخالفت کی ہے کہ لوگ آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے چل پڑیں۔

نیز اس بات کی کوئی دلیل سمجھ نہیں آتی کہ عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر بعد کے

فقہا کی تقلید کی جائے۔ اگر تقلید جائز ہوتی تو دوسری، تیسری صدی ہجری کے علماء کی بہ نسبت کہیں بہتر تھا کہ اکابر صحابہ کی تقلید کی جاتی۔ (عقدالجید فی احکام الاجتہاد والتقلید،ص:۷۹۔۸۱،از شاہ ولی اللہ (مترجم: ڈاکٹر محمد میاں صدیقی)، ط:۲۰۱۲ء،شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد)

ابنِ حزمؒ کی تقلید کے بارے میں رائے کی شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے مختلف توجیہات کی ہیں ،لکھتے ہیں کہ ابن حزم نے جو کچھ کہا اس کے مصداق تین طرح کے افراد ہو سکتے ہیں:

۱۔ ایک تو وہ فرد جو اجتہاد کی کچھ نہ کچھ صلاحیت رکھتا ہو اگر چہ وہ ایک مسئلہ میں کیوں نہ ہو۔ وہ یہ بات بخوبی جانتا ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں کام کا حکم دیا، یا اس سے منع فرمایا۔ اور اس مسئلہ میں جو حدیث ہے وہ منسوخ نہیں ہے اور صورتِ حال یہ ہے کہ اس نے اس مسئلہ کے بارے میں جتنی احادیث تھیں ان سب کا احاطہ کیا اور موافق و مخالف جتنے اقوال تھے وہ بھی چھان مارے لیکن اس تفحص اور تلاش کے باوجود اس حدیث کے نسخ کا اسے کوئی ثبوت نہیں ملا۔

یا اس نے دیکھا کہ جید علماء کی ایک جماعت اس حدیث کی طرف مائل ہے، اور ان کا مخالف صرف اپنے قیاس و اجتہاد کو دلیل بنا کر حدیث کو رد کرنا چاہتا ہے تو اس صورتِ حال میں بجز اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ حدیثِ رسول ﷺ کی مخالفت کا سبب باطنی نفاق اور ظاہری حماقت ہے۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلامؒ نے اسی طرف اشارہ کیا، وہ کہتے ہیں: ''یہ بات انتہائی تعجب خیز ہے کہ بعض مقلد علماء اس بات سے واقف ہوتے ہیں کہ فلاں مسئلہ میں ان کے مقتدا اور امام کی رائے اور مؤقف کا ماخذ کمزور ہے، اس حد تک کمزور ہے کہ وہ اس کی تاویل کرنے پر بھی قادر نہیں ہوتے لیکن یہ سب کچھ جاننے اور سمجھنے کے باوجود وہ اسی کی تقلید کرتے ہیں، اور جس دوسرے امام و مجتہد کے فقہی مسلک پر قرآن، سنت اور قیاسِ صحیح واضح طور پر شاہد ہوں، اس کے مسلک کو اپنے معین امام کے مسلک پر جمے رہنے کے باعث چھوڑ دیتے ہیں۔

بات صرف یہیں تک نہیں رہتی بلکہ اپنے معین امام کے مسلک کی اس حد تک وکالت کرتے ہیں کہ کتاب وسنت کے ظاہری منطوق اور سیاق وسباق میں تاویلیں کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اپنے امام کے مسلک کو صحیح اور حق ثابت کرنے کے لیے دُور از کار تاویلوں

کا سہارا لیتے ہیں۔

اسلام کے عہدِ اول میں لوگوں کا یہ طریقہ اور عمل رہا کہ وہ کسی خاص اور معین فقہی مسلک کا لحاظ کیے بغیر علماء سے رجوع کرتے تھے۔ جن مسائل کا انہیں علم نہ ہوتا وہ اس کا حکم کسی مستند عالم سے پوچھتے، یہ تحقیق کیے بغیر کہ یہ حنفی ہے یا مالکی۔ علماء بھی سوال کرنے والوں پر اعتراض نہیں کرتے تھے۔ لیکن ایک ایسا دَور آیا کہ فقہی مسالک کی تقلید میں تعصب پیدا ہو گیا، لوگوں میں سے وسعتِ نظر جاتی رہی۔ اب لوگ ایک معین امام و مجتہد کی پیروی کرتے ہیں، ہر معاملے میں خواہ کسی مسئلہ میں اس کی رائے دلائل سے خالی ہو۔ گویا فقیہ اور مجتہد کو رسول کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ اس تعصب اور غلو نے لوگوں کو حق سے دُور کر دیا۔ یہ ایسی روش اور طرزِ عمل ہے جسے کوئی بھی عقل وخرد والا انسان پسند نہیں کر سکتا۔'' (عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، ص:۸۱۔۸۲)

امام ابوشامہؒ (م:۶۶۵ھ) کہتے ہیں:

''جو شخص فقہ کے مطالعہ میں مشغول ہے اس کے لیے بہتر ہے کہ وہ کسی ایک امام کے فقہی مسلک میں منحصر اور محدود نہ ہو بلکہ یہ دیکھے کہ کتاب اور سنت کے قریب تر کیا ہے۔ مسئلے کا جو پہلو یا فقہا کی آراء میں سے جو رائے کتاب وسنت سے قریب تر ہو، اسی پر اپنے اعتقاد اور عمل کی بنیاد رکھے۔ جو شخص سابقہ علوم پر وسیع نظر رکھتا ہو، قرآن سنت کی نصوص اور ان کے سیاق وسباق سے واقف ہو، ایک ہی مسئلہ میں فقہا کی اگر مختلف آراء ہیں، ان کا بھی علم ہو تو اس کے لیے یہ بات آسان ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایک مخصوص فقہی مسلک میں محدود نہ کرے۔ البتہ ایسے شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ تعصب سے گریز کرے، اختلافِ آراء کے جو اَسباب ہیں ان میں غور وفکر سے کنارہ کش رہے۔ کیونکہ یہ چیزیں وقت کو ضائع کرتی ہیں، اور طبیعت میں تکدر پیدا ہوتا ہے۔ امام شافعیؒ کا یہ قول مستند طریقے سے ہم تک پہنچا ہے کہ انہوں نے اپنی اور اپنے علاوہ کسی بھی عالم وفقیہ کی تقلید سے منع کیا ہے۔''

امام شافعیؒ کے شاگرد مزنیؒ (م:۲۶۴ھ) کہتے ہیں:

''مَیں نے اپنی کتاب ''المختصر'' میں امام شافعیؒ کے علوم اور ان کے اقوال کے معانی کا

خلاصہ بیان کیا ہے تاکہ امام شافعیؒ کے اس علم کو اس کے طلب کرنے اور حاصل کرنے والوں کے قریب کر دوں تاکہ وہ دینی مسائل میں غور وفکر کر کے احتیاط سے کام لیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا تا چلوں کہ امام شافعیؒ نے اپنی اور اپنے علاوہ کسی دوسرے فقیہ و مجتہد کی تقلید سے منع کیا ہے۔ بہر کیف جو شخص بھی امام شافعیؒ کے علوم کا مطالعہ کرنا چاہتا ہو اور اس کی خواہش ہے کہ ان کے فتاویٰ اور آراء تک اس کی رسائی ہو، اس پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ ایک مخصوص و معین عالم کی تقلید سے منع کرتے تھے۔'' (عقد الجید ،ص:۸۲۔۸۳)

۲۔ ابنِ حزمؒ کا قول اس عامی شخص پر بھی صادق آتا ہے جو فقہا میں سے کسی ایک فقیہ کی تقلید کرتا ہے، اور یہ سمجھتا ہے کہ اس سے کسی اجتہادی رائے کے قائم کرنے میں غلطی ہونا ممکن نہیں ہے اور اس نے جو اجتہاد کیا، جو رائے قائم کی اور جو فتویٰ دیا وہ بلاشک وشبہ صحیح ہے۔ اور دل میں یہ بات بھی رکھتا ہے کہ وہ اس کی تقلید کبھی نہ چھوڑے گا اگرچہ کیسی ہی دلیل اس کے خلاف آ جائے۔ قرآن وسنّتِ رسول ﷺ نے اس طرزِ عمل کی قباحت بیان کی جیسا کہ عدی بن حاتم ؓ نے بیان کیا کہ مَیں نے رسول اللہ کو یہ آیت پڑھتے سنا:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (۹/ التوبة:۳۱)

کافر لوگ اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور راہبوں کی بندگی نہیں کرتے تھے لیکن ان پر اندھا اعتماد تھا کہ وہ جس چیز کو حلال کہتے، اسے حلال سمجھتے اور جس چیز کو حرام کر دیتے اسے اپنے اوپر حرام کر لیتے۔ (ترمذی، التفسیر، ح:۳۰۹۵، و سنده ضعيف)

۳۔ ابنِ حزمؒ کی رائے تیسرے اس شخص سے متعلق ہے جو اِس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ حنفی شخص شافعی فقیہ سے فتویٰ لے یا شافعی شخص حنفی فقیہ سے، اور نہ اس بات کو جائز سمجھتا ہے کہ حنفی مسلک کا پیروکار امام شافعیؒ کی اقتدا کرے۔ درحقیقت یہ وہ شخص ہے جس نے عہدِ اول کے طریقے اور صحابہؓ وتابعینؒ کے اجماع کے خلاف کیا۔

ابنِ حزمؒ نے جو کچھ کہا اس کی زد میں وہ شخص نہیں آتا جو نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق دین اختیار کرتا ہے۔ اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے جس چیز کو حلال کر دیا اس

کے حلال ہونے پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے جسے حرام قرار دے دیا اس کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے۔

لیکن جب اس شخص کی نبی کریم ﷺ کے ارشادات پر وسیع نظر نہ ہو، وہ یہ بھی نہ جانتا ہو کہ آپ ﷺ کے ایسے ارشادات میں تطبیق کیسے دی جائے جن میں بظاہر کسی قسم کا کوئی اختلاف ہے۔اسے یہ بھی علم نہ ہو کہ آپ ﷺ کے کلام سے احکام کیسے اخذ ومستنبط کیے جاتے ہیں۔ ایسا شخص اگر کسی جید اور راسخ عالم کی تقلید کرتا ہے، وہ کوئی فتویٰ دیتا ہے اس میں اسے حق پر سمجھتا ہے اور یہ گمان رکھتا ہے کہ یہ سنتِ رسول ﷺ کی پیروی کرنے والا ہے، ان سب باتوں کے ساتھ وہ عزم رکھتا ہے کہ اگر کسی وقت مجھے کوئی حدیث، اس عالم کے کسی قول یا فتوے کے خلاف ملی تو مَیں اس کے قول اور فتوے کی پیروی چھوڑ دوں گا، اور کسی بحث و تکرار کے بغیر حدیثِ رسول ﷺ کو اپنا لوں گا۔ اس طرزِ عمل پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ یہ طریقہ نبی کریم ﷺ کے عہدِ مبارک سے چلا آ رہا ہے کہ اہلِ علم فتوے دیتے تھے اور جن لوگوں کا علم گہرا اور وسیع نہیں ہوتا تھا وہ ان کے فتاویٰ پر اعتماد کرتے تھے۔

البتہ یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ ایک ہی عالم اور ایک ہی مفتی سے فتویٰ لیتا رہے، ایک ہی عالم اور ایک ہی مفتی سے مسئلہ پوچھے، یا کبھی کسی ایک عالم سے فتویٰ لے لیا اور کبھی کسی دوسرے عالم سے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ سارا عمل اس اصول کے مطابق ہو جو ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔

اگر ہم فقہا میں سے کسی ایک فقیہ کی تقلید کرتے ہیں تو یہ سمجھ کر کرتے ہیں کہ یہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول (ﷺ) کا عالم ہے، اس کی رائے اور فتویٰ قرآن اور سنت کے کسی واضح حکم اور نص کے مطابق ہوگا، یا ان دونوں کی کسی نص کے، یا دونوں میں سے کسی ایک کی نص سے مستنبط ہوگا، یا اس عالم نے قرآن وسنت میں موجود قرائن سے کوئی حکم معلوم کیا ہوگا کہ یہ حکم فلاں صورت میں فلاں علت کی وجہ سے ہے اور اسے اپنی اس ساری کوشش اور معرفت پر اطمینانِ قلب حاصل ہوا ہوگا، اس بنیاد پر اس نے غیر منصوص کو منصوص پر قیاس کیا۔ اس کا یہ سارا عمل اس بات کا گواہ ہے کہ گویا وہ یہ کہہ رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ

جہاں تم یہ علت پاؤ وہاں یہ حکم ہوگا۔ اور جس مسئلہ میں قیاس کیا گیا ہے وہ اس عموم میں داخل ہے، لہٰذا یہ بھی نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہے لیکن اس کا طریق کار شک و شبہہ سے خالی نہیں اگر یہ نہ ہوتا تو کوئی بھی صاحبِ ایمان کسی مجتہد کی تقلید نہ کرتا۔

اب اگر ہمیں اس امام کے مسلک کے خلاف صحیح اور مستند سند سے کوئی حدیث ملی اور ہم نے اس حدیث کو چھوڑ کر امام و مجتہد کی رائے اور مسلک کو ترجیح دی اور اس پر جمے رہے تو ہم سے بڑا ظالم کون ہوگا؟ کیونکہ حدیثِ رسول (ﷺ) کی پیروی ہم پر فرض ہے جبکہ کسی امام اور مجتہد کی اطاعت فرض نہیں ہے۔ اگر ہم اللہ کے رسول (ﷺ) کی سنت کو چھوڑ کر کسی امام، فقیہ اور مجتہد کے اقوال و آراء کی پیروی کریں گے تو اس روز کیا عذر ہوگا جب اللہ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے اور وہاں صرف اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کے بارے میں سوال ہوگا۔ (ایضاً ص:۸۳۔۸۶)

مذکورہ بالا توجیہ میں اگرچہ شاہ صاحب نے تقلید کا لفظ استعمال کیا ہے تاہم اس سے مراد اتباع ہی ہے جیسا کہ ان کے دیگر اقوال سے معلوم ہوتا ہے۔

بہت سے لوگوں نے اتباع کی بجائے تقلید کی روش اختیار کی اور اس کی حمایت کے سلسلے میں مختلف شکوک و شبہات پیش کیے، اسی قسم کے لوگوں کے بارے میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے فرمایا تھا: اگر آج تم یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو ان علمائے سوء کو دیکھو جو دنیا کے طالب ہیں، تقلیدِ اسلاف جن کا شیوہ ہے، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے جنھوں نے منہ پھیر لیا ہے، ایک امام کے قول کو اندھے ہو کر پورے تشدد کے ساتھ پکڑے ہوئے ہیں اور اس کے مقابلے میں شارع معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کو بے پروا ہو کر چھوڑے ہوئے ہیں اور موضوع حدیثوں کو اور تاویلاتِ فاسدہ کو اپنا مقتدیٰ بنا کر رکھا ہے۔ (الفوز الکبیر، ص:۱۰)

بعض لوگ تقلید کی حمایت میں وہ دلائل پیش کرتے ہیں جو اِتباع کے بارے میں ہیں۔ ایک ٹیلی ویژن چینل کے پروگرام 'آغاز' میں میزبان نے علماء کو بلا کر تقلید کے بارے میں سوالات کیے، پوچھا گیا کہ کیا تقلید ایک مذہبی فریضہ ہے؟

جس کے جواب میں مفتی نذیر احمد صاحب نے کہا کہ عامی شخص کے لیے تقلید اپنی جگہ

ایک فرض ہے، بشرطیکہ اس کی رائے قرآن و حدیث کے کسی حکم سے براہِ راست متصادم نہ ہو، مگر جیسا کہ ایک عالم شخص ہے جیسا کہ مَیں ہوں کہ میرے امام کی رائے قرآن و سنّت سے متصادم ہو اور میرے اندر تبحر و اجتہاد کی صلاحیت ہے جیسا کہ ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ جس کو عربی میں قدرت نہ ہو وہ نماز میں فارسی زبان میں قراءت کر سکتا ہے۔ اب یہ امام صاحب کی رائے ہے، ہم اس رائے کو نہیں مانتے۔ اس لیے کہ ہم قرآن و حدیث کی روشنی میں اس رائے کو مناسب نہیں سمجھتے۔ میزبان نے کہا کہ ضروری نہیں کہ ایک ہی وقت میں آدمی ایک ہی امام کا مقلد رہے۔

تقلید کے بارے میں مذکورہ سوال جب حافظ عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ (م:۱۷مارچ۲۰۱۲ء) سے پوچھا گیا تو انہوں اس کا جو جامع جواب دیا ملاحظہ کیجیے:

دین کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کا نام ہے۔ نبی ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ کے تشریف لے جانے سے پہلے یہ آیت اتر چکی تھی: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ﴾ (۵/المائدۃ:۳) آج تمھارا دین مکمل ہو چکا ہے۔ جو چیز نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی زندگی کے آخری دن دین کا حصہ نہیں تھی، اس کے بعد دنیا کی کوئی طاقت اسے دین کا حصہ نہیں بنا سکتی، کتاب و سنت کے پورے ذخیرے میں تقلید کا لفظ ہی کہیں نہیں آیا، یہ مذہبی فریضہ کیسے ہوسکتا ہے!

تقلید کا معنیٰ ہی یہ ہے کہ بغیر دلیل کے کسی کی بات ماننا جبکہ ہماری ساری زندگی اور انسانی فطرت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ بات دلیل سے ہونی چاہیے......محترم مفتی صاحب نے جیسے کہ فرمایا کہ امام کی رائے بھی ہم دیکھیں گے کہ اس میں وزن ہے! وزن ہی دلیل ہے۔ اگر وزن ہے اور وزن کو دیکھنا ہے تو تقلید کا سرے سے وجود ہی نہیں۔

یہ تقلید مذہبی فریضہ یا مذہبی حکم یا دین کا حصہ نہیں ہے بلکہ دین پر عمل کرنے کا ایک طریقہ کار ہے کہ لوگوں کو پسند آیا اور انہوں نے امت کے اتحاد کے لیے اس کا آغاز کیا۔ اس کا ذکر نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانے میں نہیں تھا۔ سوال کرنا اور سوال کے لیے دلیل مانگنا اور دلیل کی بنیاد پر کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کے دلائل کا جائزہ لینا کہ ہے یا

نہیں ہے، آراء کا جائزہ لینا کہ درست ہیں کہ نہیں ، اگر کوئی ناپسند آئے تو اسے چھوڑ دینا، یہ سارا عمل بتا رہا ہے کہ تقلید کا سرے سے عملی دنیا میں وجود ہی نہیں ۔ایک لفظ ہے اور اس لفظ پر اصرار کیا جا سکتا ہے، دین پر عمل کرنے کا ایک آسان طریقہ ہے کہ بندہ تھکے نہ، محنت نہ کرے۔ اگر اجتہاد ہی کرنا ہے تو اجتہاد تو تقلید کے سو فیصد الٹ ہے اور ضد ہے......

فطرت کے عین مطابق شریعت نے جو احکام دیے ہیں اس کے لیے اتباع اور اطاعت کے الفاظ ہیں۔ اتباع اور اطاعت دلیل کے ساتھ پیروی کرنے کا نام ہے۔

مَیں کہتا ہوں آپ بہت دُور نکل گئے، اللہ رب العزت نے اپنے بندوں سے خطاب کیا ہے وہ بھی دلیل کے بغیر نہیں کیا، نبی ﷺ کی صداقت اور حقانیت بھی اپنے بندوں سے بغیر دلیل کے نہیں منوائی۔ معجزات دلائل ہوتے ہیں۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام حالانکہ آپ کا فرمان بذاتِ خود حجت ہے اس کے باوجود تعلیم کے لیے آپ گفتگو کے دوران قرآن کی آیتیں پیش کرتے، دلائل سے بات کرتے۔

اگر عام آدمی کو اِس راستے پر لگا دیا جائے کہ وہ بغیر دلیل کے کسی کی بات مان لے تو اس سے پھر فطرت کے خلاف ایک نیا رنگ نکلتا ہے اور لوگوں کو ایک ایسے راستے پر لگانے کی یہ مساعی ہے کہ معاملہ تو خراب ہو رہا ہے۔ (تو آپ یہ فرما رہے ہیں کہ تقلید اجتہاد کا تضاد ہے۔میزبان)، شیخ نے فرمایا: تضاد ہے۔اور تقلید کا عملی طور پر وجود نہیں......

ہر دَور کے اہلِ دانش نے تقلید کے خلاف کوئی نہ کوئی آواز ضرور اٹھائی ہے......شاہ ولی اللہ نے تو یہاں تک کہا کہ مَیں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اشھد باللہ و للہ : کوئی شخص امت کے کسی آدمی کے بارے میں یہ سمجھے کہ یہ جو چیز مجھ پر فرض کر دے وہ مجھ پر ماننی فرض ہے تو یہ اسلام سے نکلنے والی بات ہے۔

میزبان نے کہا کہ امام جو بات فرماتے ہیں وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں کرتے ہیں تو وہ بات دین کے خلاف کیسے ہوسکتی ہے؟

شیخ نے خوشگوار انداز میں فوراً جواب میں کہا: ہاں! اتنی سی بات ہے کہ جب ہمیں پتا ہے کہ وہ قرآن و حدیث کے مطابق بات کر رہے ہیں تو وہ تو ہم ان کے واسطے سے قرآن و

حدیث سیکھ کر قرآن وحدیث کی بات مان رہے ہوتے ہیں۔اس کا نام اتباع ہے،اس کا نام تقلید نہیں ......تقلید دلیل کے بغیر بات ماننے کا نام ہے۔مفتی نذیر احمد صاحب نے درمیان میں مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ان کے شاگردوں نے سب سے زیادہ اختلاف کیا ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ ، امام محمد رحمہ اللہ نے ،حتیٰ کہ امام زفر رحمہ اللہ نے ، یہ پسندیدہ شاگرد ہیں۔اس کا مطلب کیا ہے!اس کا مطلب یہ کہ امام ابوحنیفہ کی ذات کو ہم حجت نہیں مانتے۔

استاذِ محترم ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہی تو میں نے عرض کیا ہے کہ تقلید کا دنیا میں کہیں وجود نہیں۔ (لنک ملاحظہ کیجیے:https://www.facebook.com/photo.php?v=24080644126102)

مؤلف (جلال الدین قاسمی حفظہ اللہ) نے تقلید کی تردید میں دلائل کو جامع انداز میں ترتیب دیا ہے۔مؤلف ایک ثقہ عالم دین ہیں۔آپ نے دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت کے بعد میسور یونیورسٹی (ہندوستان) سے اردو میں ایم اے بھی کیا ہے۔ اردو، عربی، فارسی، انگریزی اور سنسکرت وغیرہ زبانوں پر آپ کو دسترس حاصل ہے۔علمی وادبی حلقوں میں آپ کی شخصیت اور دینی خدمات کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔آپ نے تقلید کی تائید میں پیش کیے جانے والے اشکالات کے بھی تسلی بخش جوابات دیے ہیں۔ طالبِ حق کے لیے اس کتاب میں راہنمائی کا وافر سامان موجود ہے۔

پاکستان سے شائع ہونے والی اس پہلی طباعت کو تخریج، تحقیق، تسہیل، تقدیم اور نظر ثانی کے بعد شائع کیا گیا ہے، تخریج ابو محمد عبداللہ اختر جبکہ تحقیق مولانا محمد ارشد کمال حفظہ اللہ نے کی ہے،البتہ بعض احادیث کے صحیح ہونے کے بارے میں علامہ البانی رحمہ اللہ کی رائے کو برادرم عبداللہ اختر نے نقل کیا ہے۔تاہم اگر محقق نے اس رائے سے کہیں اختلاف کیا تو اس کا اشارہ ان الفاظ میں کر دیا گیا: ''جبکہ بعض محققین نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔'' وغیرہ۔اس تحقیقی کام سے کتاب کی افادیت اور استنادی حیثیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف اور جملہ معاونین کی اس کاوش کو قبول کرے۔

ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن

نائب مدیر مجلّہ دعوۃ التوحید، اسلام آباد (پاکستان)

حرفِ اول

صحابہ، تابعین، تبع تابعین قرآن وسنت ہی کو شریعت اور احکام فقہیہ کا مصدر سمجھتے تھے۔ جب انھیں ایسے مسائل سے سابقہ پڑتا جو عہد نبوی میں وقوع پذیر نہیں ہوئے تو وہ ان مسائل کے حکم میں اجتہاد کرتے رہے اور حکومت اسلامیہ کی وسعت کے نتیجے میں احکامِ فقہیہ کی تشریع کا میدان وسیع ہو گیا تو فقہ کے چار مصادر ہو گئے؛ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس۔

پہلی صدی میں آج کی مروّجہ تقلید کا پتہ نہ تھا۔ اواخر صدی میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما پیدا ہوئے۔ پھر بتدریج ائمہ کے مسالک کا رواج ہوا۔ دوسری اور تیسری صدی کے بعد ایسے لوگ ظاہر ہوئے جنہوں نے اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کا دعویٰ کیا۔ علماء کا ایک گروہ تقلید کی طرف مڑ گیا جبکہ ایک گروہ اتباعِ سنت پر قائم رہا۔

پہلے گروہ کے علماء کی ساری علمی اور عملی کوششیں ائمہ اربعہ کے اقوال اور ان کی کتابوں کی شرح وتلخیص کے لیے وقف ہو گئیں لیکن تقلید کے مقابلے میں ایک گروہ برابر میدان میں ڈٹا رہا۔ اگرچہ اس کی آواز نقار خانے میں طوطی کی آواز کے برابر تھی۔ حکومت عباسیہ کے سقوط کے بعد تو فقہ میں زبردست جمود پیدا ہو گیا۔ علماء فقہ کی عبارتوں کو معمے اور پہیلیاں بنانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے اور احکامِ شرعیہ سے کھلواڑ کرنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فقہ کی کتابیں حیلوں، خیالی مفروضات اور تاویلات رکیکہ سے بھر گئیں۔ نوبت بایں جا رسید کہ انہوں نے لوگوں کے سامنے ان تمام چیزوں کو یہ کہہ کر پیش کیا کہ یہی فقہ اسلامی ہے اور ائمہ اربعہ کی فقہ جو قرآن وسنت اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے ماخوذ ہے، کی موجودگی میں اب جو بھی اجتہاد کرے گا یا قول کی دلیل میں نظر کرے گا وہ فاسق ہے اور جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا تقلید میں جمود اور تعصب بڑھتا ہی گیا یہاں تک کہ ائمہ وعلماء کی تقلید کو واجب قرار دیا جانے لگا۔

بعض لوگ برِصغیر پاک و ہند کے بھولے بھالے مسلمانوں کو تقلید کے جال میں پھنسانے کے لیے پوری قوت صرف کیے ہوئے ہیں، اپنے اماموں کے اقوال ومذاہب کی

طرف دعوت دے رہے ہیں۔مولانا عبدالحی حنفی اپنی کتاب الرفع و التکمیل میں لکھتے ہیں:
''بہت سے حنفی فروعی مسائل میں حنفی، اصولی مسائل میں مرجی یا زیدی ہیں۔عقیدہ کے اعتبار سے حنفیہ کی کئی شاخیں ہیں۔بعض شیعی ہیں بعض معتزلی۔''

جماعت اسلامی کے افراد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پیرو ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، دیوبندی بھی حنفی اور بریلوی بھی حنفی ہیں۔حالانکہ دونوں گروہوں میں اس درجہ عداوت ہے کہ ان میں سے ہر گروہ دوسرے کو باطل پرست اور گمراہ قرار دیتا ہے۔

انہی میں ایک طبقہ گمراہ صوفیاء کا ہے۔ یہ گروہ وحدت الوجود کا قائل ہے۔ جو اِنسان تو کیا پوری کائنات کو، جس میں حیوانات بھی ہیں، اللہ کی ذات کا عین مانتا ہے۔

قادیانی بھی حنفی ہیں کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی مذہباً حنفی تھا۔(تفسیر القرآن، مرتب: شیخ یعقوب علی تراب احمدی ۱/۲۴؛ من الظلمات الی النور، ص: ۹۲، ۹۳، مکتبہ علمیہ، لیک روڈ، لاہور)

لواری (سندھ) میں مصنوعی کعبہ تیار کرنے والے اور قبروں کو پختہ بنا کر انہیں پوجنے والے حنفی ہیں۔عرس کے موقعوں پر مزاروں پر حاضری دینے والے میراثی، قوال اور بھانڈ زیادہ تر حنفی ہیں۔

لیکن ہماری روش ہمیشہ ایک رہی اور وہ ہے کتاب وسنت سے تمسک ۔آج بھی ہم اسی کی دعوت دیتے ہیں، شخصی افکار اور تقلیدِ جامد سے لوگوں کے اذہان کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب کی تحریر کا مقصد یہی ہے کہ تقلید شخصی کے نتائج و اثرات سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے اور انہیں کتاب وسنت کی طرف لوٹایا جائے۔

اس اشاعت میں جن احباب اور محترم علمائے کرام نے تخریج وتحقیق اور نظر ثانی کے لیے محنتِ شاقہ کی ہے مَیں ان کا بے حد شکر گزار ہوں، اور ان کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کام کا بہتر اجر عطا کرے۔اللہ ہمیں کتاب وسنت پر زندہ رکھے اور اسی پر موت دے، ابرار کے زمرے میں حشر کر کے فردوس بریں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت بخشے۔آمین!

الراجی عفو ربه

حافظ جلال الدین قاسمی



تقلید: قرآن وحدیث اوراقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں

تقلیدایسی پیروی کا نام ہے جوغور وخوض سے خالی ہو۔علامہ سبکی لکھتے ہیں:

التقليد، اخذ القول من غير معرفة دليله

(شرح جمع الجوامع، ج:٢، ص: ٢٥١)

کسی کے قول کواس کی دلیل جانے بغیر قبول کر لینا تقلید ہے۔

علامہ بحرالعلوم فرماتے ہیں:

التقليد، العمل بقول الغير من غير حجة

(مسلم الثبوت مطبوعه نول كشور، ص: ٦٢٤)

’’غیر نبی (امتی) کے قول پر بلا دلیل عمل کرنا تقلید ہے۔‘‘

جبکہ اتباع دلیل کی بنا پر کی جاتی ہے، چنانچہ ابوعبداللہ بن خوازمنداد مالکی فرماتے ہیں:

التـقـليـد مـعـنـاه فى الشرع الرجوع الى قوله لا حجة لقائله وذلك ممنوع منه فى الشريعة والاتباع ما ثبت عليه حجة

(اعلام الموقعين لابن قيم ، ج:١،ص:٢٠٨،ط:اشرف المطابع)

تقلید کے شرعی معنی یہ ہیں کہ ایسے شخص کی طرف رجوع کرنا جس کا قول حجت نہیں ہے شریعت نے اس سے منع کیا ہےاور اتباع وہ ہے جو دلیل سے ثابت ہو۔

یعنی تقلید بلا دلیل ہوتی ہےاور اتباع با دلیل یعنی کسی عالم کے قول کو بلا دلیل ماننے والا مقلداور اپنی سمجھ کے مطابق اس سے دلیل کا طالب متبع ہے۔

مغتنم الحصول میں فاضل قندھاری فرماتے ہیں:

التقليد العمل بقول من ليس قوله من الحجج الشرعية بلا حجة، فالرجوع الى النبى والى الاجماع ليس منه

''تقلید اس شخص کے قول پر بلا دلیل عمل کرنا جس کا قول شریعت میں حجت نہیں، نبی اور اجماع کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں۔''

واضح رہے کہ زیرِ بحث تقلید سے مراد یہ ہے کہ جن تقلید کرنے والوں نے اپنے اسلاف، آباء واجداد اور بزرگوں کے اقوال وافعال کو اپنا مذہب اور دستور العمل بنا رکھا ہے اور اس کے مقابلے میں کتاب وسنت صریحہ صحیحہ سے صراحتاً انکار کر دیا ہے یا اپنی تاویلات رکیکہ کے پردے میں اسے ردّ کر دیا ہے اور جس کسی نے بوجہ لاعلمی اہل علم سے پوچھ کر کسی مسئلے پر عمل کیا اور پھر کسی دوسرے عالم سے کتاب اور سنتِ صحیحہ کا علم ہوا تو اس کے قول کو ترک کر کے کتاب وسنت پر عمل کیا تو ایسا شخص اس میں داخل نہیں۔

تقلید کی تردید کرنے والی آیات

۱۔ ﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ (٤/النساء:٦٥)

''قسم ہے آپ کے رب کی! وہ ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ آپس کے تمام اختلافات میں آپ کو حکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلہ آپ انھیں دیں، اس سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی نہ پائیں اور پوری طرح سرِ تسلیم خم کر دیں۔''

تشریح...... یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ایمان حقیقی اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اپنے نفس پر حاکم بنا دے۔قول میں، فعل میں، کسی چیز کے اختیار کرنے اور ترک کرنے میں، محبت میں اور بغض میں۔حق سبحانہ وتعالیٰ نے اسی پر بس نہیں کیا کہ اس شخص کے ایمان کی نفی کر دے جو رسول اللہ ﷺ کو حکم نہ مانے، یا مانے مگر آپ کے حکم سے دل میں تنگی محسوس کرے۔ بلکہ اس نفی پر اپنی ربوبیت کی قسم بھی کھائی جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ازراہِ رعایت وعنایت کے خصوصیت رکھتی ہے کیوں کہ فلا الرب نہیں فرمایا بلکہ فَلَا وَ رَبِّكَ فرمایا پس اس میں قسم بھی اور جس بات پر قسم کھائی وہ بھی موکد ہوگئی۔ کیوں کہ اللہ جانتا ہے کہ دلوں میں کیا چیز بسی ہوئی ہے یعنی غلبہ اور نصرت کی محبت، ہر

حال میں خواہ اپنا حق دوسرے پر ہو یا دوسرے کا حق اپنے اوپر۔

اس میں اس امر کا اظہار ہے کہ نبی ﷺ پر اللہ کی بہت بڑی عنایت ہے کیوں کہ آپ ﷺ کے حکم کو اپنا حکم اور آپ ﷺ کے فیصلے کو اپنا فیصلہ قرار دیا۔ پس بندوں پر آپ ﷺ کو حکم اور آپ ﷺ کا حکم ماننا اور اطاعت کرنا واجب کردیا ہے اور ایمان لانا مقبول نہیں فرمایا تاوقتیکہ رسول اللہ ﷺ کے احکام کو نہ مانیں کیوں کہ جب آپ ﷺ کی صفت میں یہ فرمایا کہ آپ ﷺ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے، جو آپ ﷺ بولتے ہیں وحی کے سوا کچھ نہیں ہوتا، پس آپ ﷺ کا حکم، حکم الٰہی ہے اور آپ ﷺ کا فیصلہ، الٰہی فیصلہ ہے۔

پھر اللہ نے تحکیمِ ظاہر ہی پر اکتفا نہیں کیا کہ اس سے مسلمان بن جائیں بلکہ شرط یہ لگائی کہ تنگ دلی بھی نہ ہونے پائے خواہ حکم ان کی خواہش کے موافق ہو یا مخالف۔

حضرت زبیر اور ایک آدمی کا کھیت سیراب کرنے والے نالے کے پانی پر جھگڑا ہوگیا، معاملہ نبی کریم ﷺ تک پہنچا، آپ ﷺ نے صورت حال کا جائزہ لے کر جو فیصلہ دیا وہ اتفاق سے حضرت زبیر کے حق میں تھا جس پر دوسرے آدمی نے کہا کہ آپ نے یہ فیصلہ اس لیے دیا ہے کیوں کہ زبیر رضی اللہ عنہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(بخاری، التفسیر، تفسیر سورۃ النساء، فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ......ح:۴۵۸۵)

ملحوظہ: اس آیت کے شان نزول میں ایک یہودی اور مسلمان کا واقعہ عموماً بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص جو بارگاہ رسالت سے فیصلے کے باوجود عمر رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کروانے گیا۔ جس پر عمر رضی اللہ عنہ نے اس مسلمان کا سر قلم کردیا۔ (اسباب النزول از واحدی: ۳۳۳) لیکن یہ واقعہ سنداً غلط ہے، حافظ ابن کثیر نے بھی وضاحت کی ہے۔

آیت میں یہ تنبیہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بات یا فیصلے سے اختلاف تو کجا دل میں تنگی بھی محسوس کرنا ایمان کے منافی ہے۔ یہ آیت منکرین حدیث کے لیے لمحہ فکریہ تو ہے ہی، مقلدین کے لیے بھی لمحہ فکریہ ہے جو قول امام کے مقابلے میں حدیث صحیح سے تنگی ہی محسوس نہیں کرتے بلکہ اسے ماننے سے انکار کردیتے ہیں یا اس کی تاویل کرکے یا ثقہ راویوں کو

ضعیف باور کرا کے اسے ردّ کرنے کی مذموم سعی کرتے ہیں جس کی ایک نہیں دسیوں بیسیوں مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

۲۔ ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا﴾ (٤/النساء:٥٩)

''ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی، اور اطاعت کرو رسول کی اور تم میں سے جو حکم دینے والے ہیں ان کی بھی۔ پھر اگر تمہارا کسی معاملے میں باہمی جھگڑا ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہی (تمہارے حق میں) بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔''

o:......اس آیت پر غور کیجیے اللہ کے ساتھ اَطِيْعُوا کا لفظ ہے رسول کے ساتھ اَطِيْعُوا کا لفظ ہے مگر اولی الامر کے ساتھ اَطِيْعُوا کا لفظ نہیں ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت مستقل ہے مگر امراء و علماء کی اطاعت مشروط ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کی طرح رسول ﷺ کی احادیث بھی اسلامی قانون کا مستقل ماخذ ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی بھی مسئلے میں اگر اختلاف ہو جائے تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ یہ ہدایت رسول پاک ﷺ کی حیات مبارکہ ہی تک کے لیے محدود نہیں ہو سکتی اس لیے کہ اختلاف کے پیدا ہونے کا غالب امکان تو حضور ﷺ کی وفات کے بعد ہی تھا۔ آیت خود شہادت دے رہی ہے کہ اس کا تعلق مستقبل سے ہے۔

آیت میں ﴿فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ﴾ کے بعد اُولِي الْاَمْرِ کا ذکر نہیں کیا گیا جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اُولِي الْاَمْرِ (امراء، حکمران، علماء) قانون کے مرجع کی حیثیت سے دین میں کوئی مستقل حیثیت نہیں رکھتے۔ مستقل حیثیت صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ہے۔

﴿اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ فرما کر یہ بات بتائی گئی ہے کہ باہمی نزاع کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ (قرآن وحدیث) کی طرف رجوع کرنا کوئی جزوی اور فروعی مسئلہ نہیں بلکہ شرطِ ایمان ہے۔

ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا کہہ کر متنبہ کیا گیا کہ خبردار اختلاف کا حل قرآن وسنت کے علاوہ کہیں اور مت تلاش کرنا ورنہ خیر نہیں ہے اور اس کا انجام خوشگوار نہیں ہوگا۔

۳۔ ﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًاo﴾ (٤/النساء: ٦١)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے اتاری اور آؤ رسول کی طرف تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپ سے منہ پھیر لیتے ہیں۔''

o:...... کیوں کہ مومن کی شان تو یہ ہے کہ

﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾ (۲۴/النور:۵۱)

'' جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو مومنین کا قول سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ہی ہوتا ہے۔''

وہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت سے نہ تو منہ پھیرتے ہیں نہ فیصلوں کے لیے کسی تیسری جگہ پر جاتے ہیں۔

٤۔ ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَo﴾ (٩/التوبة: ٣١)

''ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنا لیا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو بھی۔ حالاں کہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر

کرنے سے۔"

o: اس آیت کی تفسیر عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے ہو جاتی ہے:

عن عدی ابن حاتم قال اتیت النبی ﷺ وفی عنقی صلیب من ذھب. فقال : یَا عَدِیْ اطْرَحْ عَنْكَ هٰذَا الْوَثَنَ وسمعته یقرأ فی سورة براءة: ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ فقال اما انهم لم یکونوا یعبدونهم ولکنهم کانوا اذا احلوا لهم شیئا استحلواه واذا حرموا علیهم شیئا حرموه))

(ترمذی،التفسیر،و من سورة التوبة،ح:۳۰۹۵،و سنده ضعیف)

"عدی بن حاتم فرماتے ہیں: مَیں نبی ﷺ کے پاس آیا اور میرے گلے میں سونے کی صلیب تھی تو آپ نے فرمایا: عدی! اپنے گلے سے اس بت کو نکال دو۔ اور مَیں نے آپ کو سورۂ توبہ کی یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا: "انہوں نے اپنے علماء اور اپنے بزرگوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا تھا۔" تو آپ نے فرمایا: وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن جب وہ کسی چیز کو حلال کرتے تھے تو وہ اسے حلال سمجھ لیتے تھے اور کسی چیز کو حرام کرتے تھے تو حرام سمجھ لیتے تھے۔"

۵۔ ﴿وَ مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَ اَضَلُّ سَبِیْلًا o﴾

(۱۷/بنی اسراء یل:۷۲)

"جو اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں اندھا اور راہ سے دور بھٹکا ہوا ہوگا۔"

o:......امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولا تقنعوا بالتقلید، فان ذلك عمی فی البصیرة

(میزان کبری للشعرانی، ج:، ص:۱۰)

"تقلید پر بھروسہ مت کرو، تقلید تو بصیرت کو اندھا کر دیتی ہے۔"

مذکورہ آیت میں اعــمــی یعنی اندھے سے مراد آنکھوں کا اندھا نہیں بلکہ بصیرت کا

اندھا ہے اور جو دنیا میں بصیرت کا اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا یعنی رب کے فضل وکرم سے محروم رہے گا۔

٦۔ ﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (١٢/يوسف: ١٠٨)

''کہہ دیجیے یہی میرا راستہ ہے۔ مَیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں پوری بصیرت پر، مَیں اور وہ بھی جنھوں نے میری پیروی کی ہے، اور اللہ (تمام عیوب و نقائص سے) پاک ہے اور مَیں شرک کرنے والوں میں سے نہیں۔''

o:.......تقلید بصیرت کی نقیض ہے اور دو متناقض اشیاء کا جمع ہونا محال ہے۔ ایک ہی شخص مقلد اور مبصر دونوں نہیں ہوسکتا کیوں کہ بصیرت کے معنی حجت و برہان ودلائل واضحہ کے ہیں۔ تفسیر مدارک میں ہے:

ادعو الی الله علی بصيرة ای ادعوا الی دينه مع حجة واضحة غير عمياء

یعنی مَیں تمھیں اللہ کے دین کی طرف بلا دلیل نہیں بلاتا ہوں اور میرے دعوے میں کوئی اندھا پن نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ بصیرت کے معنی حجت و برہان کے ہیں۔

(ملاحظہ ہو تفسیر جلالین، ص: ١٩٣)

اور تقلید، جیسا کہ لغت سے معلوم ہوا کہ، ایسی چیز ہے جس میں حجت و برہان نہ ہو پس ثابت ہوا کہ تقلید بصیرت کا متضاد ہے اور قرآن میں بصیرت کو اُمت کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی۔ مذکورہ آیت کے ترجمے پر ایک نگاہ دوبارہ ڈالیے:

''فرما دیجیے یہی میرا راستہ ہے۔ مَیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں پوری بصیرت پر، مَیں اور وہ بھی جنھوں نے میری پیروی کی ہے۔'' مَیں کسی کی تقلید پر نہیں ہوں۔ نہ میری امت کسی کی مقلد ہے بلکہ ہم سب بصیرت یعنی حجت و برہان اور دلائل واضحہ پر استوار ہیں۔

٧۔ ﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ﴾ (٦٢/الجمعة:٢)

''وہی ہے جس نے (عرب کے) ان پڑھوں میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا وہ انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔''

o: ...... نبی کریم ﷺ کو ان پڑھ لوگوں میں مبعوث کیا گیا،ان پڑھوں نے قرآن وحدیث کو سمجھ لیا جہاں نہیں سمجھ میں آیا پوچھ کر سمجھ لیا۔

یہاں مقلدین کا کہنا ہے کہ جاہل تو کجا عالم فاضل شخص بھی قرآن وحدیث نہیں سمجھ سکتا۔اس کے صاف معنی یہ ہوئے اللہ کے رسول ﷺ کا کلام اتنا مغلق تھا کہ ساری امت اس کے سمجھنے سے قاصر رہی۔ہاں ائمہ اربعہ کا کلام ایسا سہل،صاف اور آسان تھا کہ اسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔گویا اللہ کے رسول ﷺ کی باتیں پہیلیاں ٹھہریں جن کے بوجھنے والے کئی ارب لوگوں میں صرف چار ہوئے!

جب کہ خود امام ابوحنیفہ نے بھی چودہ مسئلوں میں توقف کیا ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے۔

۸۔ ﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ﴾

(۷/الاعراف: ۳)

''جو چیز تمہاری طرف نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن وحدیث) اس کی اتباع کرو اس کے سوا دوسرے شخصوں کی پیروی نہ کرو۔''

قرآن وحدیث کے برعکس کسی امام، مجتہد، عالم، پیر، فقیر وغیرہ کی اتباع نہ کرو۔یعنی قرآن وحدیث کے مقابلے میں کسی کی رائے اور قیاس پر نہ چلو،مختلف فرقوں میں بٹ کر اسلام کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔

۹۔ ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾ (۳۱/لقمٰن: ۲۱)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ نے نازل کیا ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں ہم تو اس پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ بھلا اگر شیطان ان کے باپ دادوں کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو تو ......''

o:...... یہ آیت بتاتی ہے کہ جو طریقہ قرآن وحدیث کے مقابلے میں بغیر دلیل کے اختیار کیا جائے وہ شیطان کا طریقہ ہے۔ جب اپنے آباء کے جامد مقلدین کے پاس اپنے طریقے کی کوئی خدائی سند نہیں، باپ دادا کی اندھی تقلید کے سوا کوئی دلیل نہیں رکھتے تو اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ ان کے باپ دادا جو ظنی، تخمینی مذہب رکھتے تھے وہ دراصل شیطان کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اس کے راستے پر چلتے تھے۔ ان کا پیشوا شیطان تھا جو انہیں دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا۔ اس تشریح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن وحدیث کے خلاف تمام اقوال وافعال، عقائد ونظریات اور راہیں سب شیطان کی دعوتیں ہیں۔

لیکن افسوس! آج لوگوں کا کیا حال ہے؟ عام عقیدہ یہ ہے کہ چار مذاہب برحق ہیں اور ان میں سے کسی ایک پر چلنا ضروری ہے چاہے ان کے مسائل قرآن وحدیث کے کتنے ہی خلاف کیوں نہ ہوں۔

ایک شبہہ اور اس کا ازالہ

کوئی صاحب یہ خیال نہ کرے کہ اس آیت اور اس جیسی تمام آیات کافروں اور مشرکوں کی جامد تقلید کا بیان ہے اور ہم تو مسلمان ہیں۔ اس آیت اور اس جیسی تمام آیات سے ہمارا کیا واسطہ؟

واضح رہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب ، اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا، اسے واضح طور پر اس طرح سمجھیں کہ اگر جھوٹ بولنا کافروں کے لیے منع تھا تو ہمارے لیے بھی منع ہے، شرک، کفر، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، چوری، بدکاری وغیرہ سب کام ان کے لیے ممنوع تھے تو ہمارے لیے بھی حرام اور ممنوع ہیں۔

ایسے ہی وہ لوگ اپنے باپ دادا کے اقوال وافعال اور معتقدات کو دین وشریعت کا نام دے کر پیش کرتے تھے۔ اللہ نے انھیں منع کیا کہ ایسا نہ کرو، خدائی سند کے مطابق عمل کرو۔

اسی طرح ہمارے لیے اس آیت کی روشنی میں یہ ضروری ہوگیا کہ ہم اپنے بزرگوں، اماموں کی بے دلیل وبے سند باتوں پر عمل نہ کریں، صرف قرآن وحدیث پر عمل کریں۔

۱۰۔ ﴿وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ﴾ (۲/البقرۃ:۱۰۷)

''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو چیز اللہ نے اتاری ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں ہم تو اسی طریق پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا ہے۔ بھلا ان کے باپ دادا بے عقل اور گمراہ رہے ہوں تو بھی؟''

o:...... اس آیت میں تقلید کے باطل ہونے کی طرف دو طریقوں سے اشارہ ہے؛ اوّل تو مقلد سے پوچھا جائے کہ جس کی تُو تقلید کرتا ہے وہ تیرے علم میں حق پر ہے یا نہیں۔ اگر اس کے حق پر ہونے کو نہیں جانتا تو باوجود احتمال مبطل کے کس لیے تو اس کی تقلید کرتا ہے اور اگر پہچانتا ہے تو کس دلیل سے؟ اگر دوسرے کی تقلید سے پہچانتا ہے پھر یہی سوال وہاں بھی جاری ہوگا۔

دوم: مقلد سے پوچھا جائے کہ جس کی تُو تقلید کرتا ہے اگر اس نے بھی تقلید سے جانا ہو تو وہ اور تم برابر ہو گئے تو پھر وجۂ ترجیح کیا ہے کہ تُو اس کی تقلید کرتا ہے؟ اگر دلیل سے اس نے جانا ہے پس تقلید اس وقت تمام ہوگی جب تو بھی اسے دلیل سے جانے۔

۱۱۔ ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ o﴾ (۴۹/الحجرات:۱)

''ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو، یقیناً اللہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔''

o:......اس کا مطلب ہے کہ دین کے معاملے میں اپنے طور پر کوئی فیصلہ نہ کرو نہ

اپنی سمجھ اور رائے کو ترجیح دو بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ اپنی طرف سے دین میں اضافہ یا بدعات کی ایجاد اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے بڑھنے کی جسارت ہے۔ اس طرح کوئی فتویٰ قرآن وحدیث میں غور وفکر کیے بغیر نہ دیا جائے اور دینے کے بعد اگر اس کا نص شرعی کے خلاف ہونا واضح ہو جائے تو اس پر اصرار بھی اس آیت میں دیئے گئے حکم کے منافی ہے۔ مومن کی شان تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے سامنے سرِ تسلیم واطاعت خم کر دینا ہے نہ کہ ان کے مقابلے میں اپنی بات یا کسی امام کی رائے پر اڑے رہنا، یہ چیز تقویٰ کے بھی منافی ہے۔

۱۲۔ ﴿وَ لَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَo اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَo قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِیْنَ﴾ (۲۱/الانبیاء: ۵۱۔۵۳)

''ہم نے ابراہیم کو اِس سے پہلے (ان کے حصے کی) دانائی عطا کی۔ اور ہم اس کے حال سے واقف تھے جب انھوں نے اپنے باپ اور قوم سے کہا کہ یہ مورتیاں جن پر تم جمے بیٹھے ہو، کیا چیزیں ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو اِنھی کی پوجا کرتے ہوئے پایا۔''

o:...... جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم اپنے شرک کے موقف کی صحت پر کوئی دلیل نہ دے سکی تو پچھلے بزرگوں کی تقلید کا سہارا لیا۔ یہی حال آج ملت اسلامیہ میں مقلد حضرات کا ہے جب قیاس ورائے سے انھیں روکا جاتا ہے تو یہی عذر پیش کرتے ہیں کہ ہم کیا کریں، ہمارے امام صاحب یہی فرما گئے ہیں۔

۱۳۔ ﴿وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ .... ﴾ (۳۱/لقمٰن: ۱۵)

''اس شخص کے راستے کی پیروی کرو جو میری طرف رجوع کیے ہوئے ہیں......''

o:......اس آیت سے بعض لوگوں نے تقلید شخصی کی دلیل نکالی ہے۔ استدلال یہ ہے کہ آیت میں منیب الی اللہ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور امام ابوحنیفہ منیب الی

الله ہیں پس ان کی تقلید اس آیت سے ثابت ہوگئی۔

جواب اول:...... ہر مومن اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے، تفسیر ابنِ کثیر میں مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ کی تفسیر مؤمنین سے کی گئی ہے، لہٰذا اِن لوگوں کی توجیہ کے لحاظ آیت کے معنی یہ ہوئے کہ ہر مومن کی تقلید کرنی چاہیے، اس سے شخصی تقلید ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

جواب دوم:...... آیت میں یہ ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے کے راستے کی اتباع کرو، اس میں کہاں ہے کہ اس کی اتباع کرو۔ کہاں ذات کی پیروی، کہاں راستے کی پیروی جس پر وہ چلتا ہے۔ راستے پر چلتے چلتے انسان غلطی کرسکتا ہے کہ وہ خطا اور نسیان کا پتلا ہے۔ مجتہد سے بھی غلطی ہوتی ہے اور ٹھیک بات بھی کہتا ہے۔ لہٰذا اس کی ذات کی پیروی میں غلطی کا امکان بھی ہے لیکن جس راستے پر وہ چل رہا ہے وہ راستہ غلط نہیں ہے کیوں کہ تمام اہل اللہ کا راستہ صراطِ مستقیم ہے۔ پس آیت میں صراطِ مستقیم پر چلنے کا حکم ہے نہ کہ شخصی تقلید کا۔

جواب سوم:...... ائمہ دین نے تقلید سے منع فرمایا تھا لہٰذا ان کے راستے کی پیروی یہی ہے کہ ان کی تقلید نہ کی جائے بلکہ جس راستے (کتاب وسنت) پر وہ چلے اسی پر چلا جائے اور اسی پر چلنے کی وہ ہدایت بھی کر گئے ہیں۔

ردّ تقلید، حادیث کی روشنی میں

١ ـ عن العرباض بن سارية يقول: قام فينا رسول الله ﷺ ذات يوم فوعظنا موعظة بليغة وجلت منها القلوب وذرفت منها العيون فقيل يا رسول الله وعظت موعظة مودع فاعهد الينا بعهد. فقال: ((عَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا وَسَتَرَوْنَ مِنْ بَعْدِى اخْتِلَافًا شَدِيْدًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِى وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَالْاُمُوْرَ الْمُحْدَثَاتِ فَاِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))

(ابن ماجة،اتباع سنة الخلفاء الراشدين ،ح:٤٢،قال الالبانی:صحيح)

''عرباض رضی اللہ عنہ بن ساریہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر ایک بلیغ نصیحت فرمائی، جس سے دل دھڑک اٹھے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے تو ایسی نصیحت کی ہے جیسے ایک رخصت ہونے والا نصیحت کرتا ہے تو ہمیں آپ کوئی نصیحت فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ تقویٰ کو لازم پکڑو اور سننے اور اطاعت کرنے کو، اگرچہ تم پر کوئی حبشی غلام ہی امیر ہو اور عنقریب میرے بعد تم سخت اختلاف دیکھو گے تو اس وقت میری سنت اور خلفائے راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں، کی سنت کو لازم پکڑنا اور اسے دانتوں سے زور سے پکڑنا اور نئے نئے کاموں سے بچنا کیوں کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔''

یہ حدیث بڑی کثیر الفوائد ہے۔ اس سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں:

ایک تو یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ایسا پُر تاثیر ہوتا تھا کہ اس سے دل ڈر جاتے تھے اور آنکھیں آنسو بہانے لگتی تھیں۔

دوسری یہ کہ رخصت کے وقت نصیحت و وصیت مسنون ہے۔

تیسری یہ کہ تقویٰ شریعت کی روح ہے۔

چوتھی یہ کہ حاکم کی فرمانبرداری لازم ہے۔ بشرطیکہ وہ مومن ہو اور خلاف شریعت حکم نہ کرتا ہو یعنی لوگوں کو ایسا کام کرنے کا حکم نہ دے جس میں خالق کی معصیت ہو۔

پانچویں یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد بڑا اختلاف ہوگا اور ویسا ہی ہوا خیر القرون (قرونِ ثلاثہ) کے بعد بہت سے مذاہب محدثہ اور مشارب متفرقہ پھیلے اور ہر ایک اپنے اپنے مذہب پر ہی راضی ہو گیا اور ہر ایک نے اپنا ایک امام اور پیشوا ٹھہرا لیا کہ اختلاف کے وقت اسی کی طرف رجوع کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو بھول گیا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی کہ اس وقت میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر چلنا۔

چھٹی بات یہ کہ امور محدثات (دین میں نئے نئے کام) سے بچو اس میں وہ تمام

بدعتیں آ گئیں جو قرون ثلاثہ کے بعد پھیلی ہیں۔ انہی میں سے ایک تقلید بھی ہے اس لیے کہ خیر القرون میں تقلید کا وجود نہ تھا۔

ساتویں یہ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور جس سے معلوم ہوا کہ بدعت کو حسنہ اور سیئہ میں تقسیم کرنا غلط اور لغو بحث ہے۔

سنۃ الخلفاء الراشدین کا حقیقی مفہوم

اصول فقہ حنفی کی کتاب المنار میں ہے:

المعرفة اذا اعيدت كانت الثانية عين الاولى

معرفہ جب معرفہ کی صورت میں لوٹایا جائے تو دوسرا پہلے کا عین ہوتا ہے، شاعر کہتا ہے:

اذا اشتدت بك البلوٰی ففكر فی الم نشرح

فعسرین یسرین اذا فکرته تفرح

''جب مصیبت تیرے اوپر سخت ہو تو سورۃ الم نشرح میں غور کر، وہاں دیکھے گا کہ ایک پریشانی دو آسانیوں کے درمیان ہے تو تُو خوش ہو جائے گا۔''

قرآن میں ہے:

﴿ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾(۹۴/الانشراح:۵۔۶)

''تو یقیناً ایک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ یقیناً اسی مشکل کے ساتھ ایک اور آسانی ہے۔''

یہاں العسر معرفہ ہے اور اسے معرفہ کی صورت میں ہی دوبارہ ذکر کیا گیا ہے لہٰذا دوسرا العسر پہلے کا عین ہے۔

اب حدیث مذکور کو دیکھئے، سنت کا لفظ دوبارہ معرفہ میں آیا ہے۔ اسی قاعدہ کو پیش نظر رکھ کر ملا علی قاری حنفی نے اس کا جو معنیٰ بیان کیا ہے اسے دیکھیے:

وسنة الخلفاء الراشدين فانهم لم يعملوا الا بسنتی فالاضافة اليهم الا لعملهم بها واختيارهم اياها

(مرقاۃ شرح مشکوۃ (ط: مصر) ج:۱، ص:۱۹۹)

''خلفائے راشدین کی سنت (روش) اختیار کرنے کو اس لیے فرمایا ہے کہ انھوں نے بھی نبی کی سنت پر ہی عمل کیا تھا لہٰذا ان کی طرف سنت کی اضافت یا تو اس وجہ ہے کہ خود انھوں نے اس پر عمل کیا یا اس لیے کہ انھوں نے سنت نبویہ سے کوئی امر استنباط کر کے اسے اختیار کیا۔''

شیخ محمد طاہر حنفی رحمہ اللہ نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ

ولانه علم بعض سنته لا يشتهر الا فى زمانهم فاضاف اليهم رفعاً لتوهم من رد تلك السنة

(مجمع البحار، ج:۱، ص:۳٦٧)

''آپ کو (اللہ کے خبر دینے سے) معلوم تھا کہ آپ کی بعض سنتیں انہی خلفائے راشدین کے زمانے میں مشہور ہوں گی تو سنت کی نسبت ان کی طرف اس شخص کے وہم کو دفع کرنے کے لیے فرما دی جو اِن سنتوں کو ردّ کرے۔''

اس کا حاصل یہ ہے کہ خلفائے راشدین نے بعض دفعہ کسی متروک سنت کو جاری کیا اور بعض دفعہ کسی سنت نبویہ سے استنباطِ مسائل کر کے انھیں معمول بھی بنایا۔ انھیں دونوں صورتوں کی بابت ارشاد ہوا کہ خلفائے راشدین کی پیروی کرنا نہ کہ خلفاء اپنی رائے سے جو فتویٰ دیں یا سیاستاً کوئی حکم جاری کریں ان میں ان کی تقلید کرنا۔

احناف کو دیکھیے انھوں نے اس حدیث کے خلاف صدہا مسائل میں خلفائے راشدین کی سنت کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔ ان کے نزدیک نماز فجر اسفار میں یعنی اجالے میں ہے، ہدایہ میں ہے: و يستحب الاسفار بالفجر (ہدایہ کتاب الصلوٰۃ، ص:٦٦)

حازمی کتاب الاعتبار میں لکھتے ہیں:

التغليس افضل روينا ذلك عن الخلفاء الراشدين ابى بكر وعمر عثمان وعلى وعن ابن مسعود ابن موسى وابن الزبير وعائشة وام سلمة (كتاب الاعتبار للحازمى، ص:٧٢)

''اندھیرے میں نماز فجر کی افضلیت مروی ہے۔ خلفائے راشدین ابوبکر وعثمان و

علی، ابن مسعود، ابوموسیٰ، ابن زبیر، عائشہ اور ام سلمہ سے۔''
غور کیجیے اس مسئلے میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بھی ان لوگوں نے پروا نہیں کی۔

۲۔ عن جابر ان عمر بن الخطاب اتی رسول اللہ ﷺ بنسخة من التوراة فقال یا رسول اللہ هذه نسخة من التوراة فسكت فجعل يقرأ و وجه رسول الله يتغير فقال ابوبكر ثكلتك الثواكل ما ترى ما بوجه رسول الله ﷺ فنظر عمر الى وجه رسول الله ﷺ فقال اعوذ بالله من غضب الله و غضب رسوله ﷺ رضينا بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد نبيا فقال رسول الله ﷺ: ((وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهِ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوْسٰی فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِیْلِ وَلَوْ كَانَ حَیًّا وَاَدْرَكَ نُبُوَّتِیْ لَاتَّبَعَنِیْ)) (دارمی، المقدمة، ما يتقى من تفسير حديث النبی و قول غيره عند قوله ﷺ، ح: ٤٤٩، ط: انصار السنة، و سنده ضعيف ، بعض علماء نے اسے 'حسن' قرار دیا ہے۔)

''جابر سے روایت ہے کہ حضرت عمر تورات کا ایک نسخہ لے کر اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ تورات کا ایک نسخہ ہے۔ یہ سن کر آپ چپ رہے تو حضرت عمر اسے پڑھنے لگے اور رسول اللہ ﷺ کا چہرہ بدلنے لگا تو حضرت ابوبکر نے کہا کہ رونے والیاں تجھ پر روئیں کیا تو رسول اللہ ﷺ کے چہرے کو نہیں دیکھ رہا ہے۔ حضرت عمر نے جب رسول اللہ ﷺ کا چہرہ دیکھا تو کہا: ہم راضی ہوئے اللہ کے رب ہونے کے اعتبار سے، اور اسلام کے دین ہونے کے اعتبار سے اور محمد کے نبی ہونے کے اعتبار سے پھر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اگر موسیٰ بھی ظاہر ہو جائیں اور تم ان کی اتباع کرنے لگو تو سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ گے اور اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوت کو پاتے تو انھیں بھی میری اتباع کرنی پڑتی۔''

o:...... اس ارشادِ نبوی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی پیروی کرنے والا گمراہ ہوگا تو نبی کریم ﷺ کی احادیث وسنن کی موجودگی میں جو اماموں کی تقلید کو فرض وواجب سمجھے اوران کے قول کو دستور العمل بنائے اور انہیں حدیثِ رسول ﷺ پر ترجیح دے تو ایسے شخص کے عمل کے اکارت ہوجانے اوراس کے گمراہ ہونے میں کیا شبہہ باقی رہ جاتا ہے۔

۳۔ عن جابر بن عبد اللہ قال کنا عند النبی ﷺ فخط خطا و خط خطین عن یمینہ و خط خطین عن یسارہ ثم وضع یدہ فی الخط الاوسط فقال ((ھٰذَا سَبِیْلُ اللّٰہِ)) ثم تلا ھذہ الآیۃ ﴿وَ اَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ﴾ (ابن ماجۃ،السنۃ، اتباع سنۃ رسول اللہ ﷺ، ح:۱۱،قال الالبانی:صحیح ،جبکہ بعض محققین نے اس کی سند کوضعیف قرار دیا ہے۔)

''جابر سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے پاس تھے آپ نے ایک خط کھینچا پھر اس خط کے دائیں طرف دو خط کھینچے اوراس کے بعد اس خط کے بائیں طرف دو خط کھینچے پھر درمیان والے خط پر اپنا ہاتھ رکھا اورفرمایا: یہ اللہ کا راستہ ہے، پھر یہ آیت تلاوت کی:﴿وَ اَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ﴾ (۶/الانعام:۱۵۳) یعنی اللہ فرماتا ہے کہ یہ میری راہ ہے جو بالکل سیدھی ہے تو تم اسی راہ پر چلو،دیگر راہوں پر نہ چلو کیوں کہ وہ راہیں تمہیں اس کی راہ سے بھٹکا دیں گی۔''

o:...... یہ حدیث درحقیقت رسول اللہ ﷺ کے قولی معجزات میں سے ہے یعنی آپ ﷺ نے اللہ سے خبر پا کر امت کو یہ تنبیہ کی ہے کہ اس پر ایک پُر آشوب زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ کتاب وسنت کی اتباع چھوڑ کر کئی اماموں کی تقلید اپنے اوپر لازم کرکے فرقہ

بندی میں گرفتار ہو جائیں گے۔ آپ نے درمیانی لکیر کو سبیل اللہ (اللہ کا راستہ) کہا۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ فرقے اس صراطِ مستقیم سے علیحدہ ہوئے پھر اسی میں آ کر مل گئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ نکلے کیوں تھے؟ سیدھے راستے کو چھوڑ کر الگ الگ راستوں پر چلنا پھر آگے چل کر سیدھے راستے پر مل جانا آخر اس سے کیا فائدہ مقصود ہے؟

٤۔ عن ابن شهاب ان سالم بن عبد الله حدثه انه سمع رجلا من اهل الشام وهو يسئل عبد الله بن عمر عن التمتع بالعمرة الى الحج فقال عبدالله بن عمر: هى حلال. فقال الشامى ان اباك قد نهٰى عنها. فقال عبدالله بن عمر: ارايت ان كان ابى نهى عنها وصنعها رسول الله ﷺ امر ابى يتبع ام امر رسول الله ﷺ؟ فقال الرجل بل امر رسول الله ﷺ. فقال: لقد صنعها رسول الله ﷺ (ترمذی،الحج،ما جاء فی التمتع،ح:٨٢٤)

''شام سے ایک شخص عبداللہ بن عمر کی خدمت میں آیا اور ان سے حج تمتع کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: حج تمتع جائز ہے، تو شامی نے کہا لیکن آپ کے والد عمر بن خطاب نے تو حج تمتع سے منع کیا ہے۔ تو عبداللہ بن عمر نے کہا کہ بتاؤ اگر میرے باپ نے منع کیا ہو اور رسول اللہ ﷺ نے کیا ہو، تو میرے باپ کی اتباع کی جائے گی یا پھر اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کی؟ شامی نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے حکم کی۔ تو فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ کیا ہے۔''

٥۔ عن على بن حسن مروان بن الحكم قال: شهدت عثمان وعليا وعثمان ينهٰى عن المتعة وان يجمع بينهما فلما راى على اهل بهما لبيك بعمرة وحجة۔ قال ما كنت لادع سنة النبى لقول احد

(بخاری،الحج،التمتع و الاقران......ح:١٥٦٣)

''مروان بن حکم نے کہا کہ مَیں حضرت عثمان اور حضرت علی کے دَور میں موجود تھا، حضرت عثمان اپنی خلافت میں حج تمتع اور حج قِران سے منع کرتے تھے۔ حضرت علی نے یہ دیکھ کر یوں احرام باندھا لبيك بعمرة وحجة (یعنی قران

کیا) اور فرمایا کہ مَیں کسی کے کہنے کی وجہ سے نبی کی سنت نہیں چھوڑ سکتا۔''

o:...... مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے قول وفعل کے مقابلے میں عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کی بات نہیں مانی جاسکتی تو بھلا آپ ﷺ کی احادیث کے مقابلے میں اماموں کے اقوال واجتہاد کی کیا وقعت رہ جاتی ہے۔

٦۔ عن كثير بن قيس قال، كنت جالسا عند ابى الدرداء فى مسجد دمشق فاتاه رجل فقال يا ابا الدرداء اتيتك من المدينة، مدينة رسول الله ﷺ لحديث بلغنى انك تحدث به عن النبى ﷺ قال: فما جاء بك تجارة؟ قال لا. قال وما جاء بك غيره؟ قال لا، قال فانى سمعت رسول الله ﷺ يقول: ((مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَاِنَّ طَالِبَ الْعَلْمِ يَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِى السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ حَتَّى الْحِيْتَانِ فِى الْمَاءِ وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهُ اَخَذَ حَظٍّ وَافِرٍ)) (ابن ماجة، فضل العلماء،والحث على طلب العلم، ح:٢٢٣،قال الالبانى:صحيح، جبکہ بعض محققین نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔)

''کثیر ابن قیس نے کہا: مَیں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس مسجد دمشق میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ اے ابودرداء! مَیں آپ کے پاس نبی کے شہر مدینہ سے ایک حدیث کے لیے آیا ہوں، مجھے خبر ملی ہے کہ تم اسے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہو۔ ابودرداء نے کہا: تم کسی تجارت کے لیے آئے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ انھوں نے کہا: اس کے علاوہ کسی اور کام سے آئے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ تب ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک مَیں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا

ہے کہ جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلے گا تو اللہ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کردے گا اور بے شک طالب علم سے خوش ہو کر فرشتے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور طالب علم کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں حتی کہ پانی میں مچھلیاں بھی۔ اور عالم کی فضیلت عابد کے اوپر ایسی ہے جیسے چاند کی فضیلت تمام تاروں پر۔ بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء اپنا ترکہ درہم و دینار میں نہیں چھوڑتے وہ اپنا ترکہ علم کی شکل میں چھوڑتے ہیں۔ جس نے علم کو لیا اس نے بڑا حصہ لیا۔''

o:...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء علم کا ترکہ چھوڑ کر جاتے ہیں اور ظاہر ہے علم نام ہے اس معرفت کا جو دلیل سے حاصل ہو اور تقلید نام ہے بے دلیلی کا، پس تقلید کو علم سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقلد علماء کی جماعت سے خارج ہے۔ انبیاء کی میراث سے محروم ہے جو درہم و دینار نہیں بلکہ علم ہے۔

۷۔ عن عبد الله بن مسعود قال، قال رسول الله ﷺ: ((خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَأْتِيْ قَوْمٌ بَعْدَ ذٰلِكَ تَسْبِقُ اَيْمَانُهُمْ شَهَادَاتِهِمْ اَوْ شَهَادَاتُهُمْ اَيْمَانَهُمْ))

(ترمذی، المناقب ،ما جاء فی فضل من رأی النبی ﷺ، ح:۳۸۵۹، قال الالبانی: صحیح)

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر جو اِس کے بعد ہوگا، پھر جو اُس کے بعد ہوگا، پھر ایسے لوگ آئیں گے جو گواہی سے پہلے قسم کھائیں گے اور قسم سے پہلے گواہی دیں گے۔''

استشہاد:...... اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے تین زمانوں کے بہتر ہونے کی خبر دی ہے اور ان تینوں زمانوں کے لوگوں کا مذہب قرآن اور حدیث تھا۔ ان زمانوں میں آنکھیں بند کر کے کوئی کسی بزرگ، امام یا عالم کے پیچھے نہیں بھاگتا تھا بلکہ ہر شخص علی وجہ البصیرۃ دلائل

قرآن وحدیث دیکھ کر دین پر چلتا تھا۔وہ قال اللہ اورقال الرسول پر جان چھڑکتا تھا۔اس کے بعد چوتھے زمانے کی برائی بطور خاص جھوٹی گواہی کی خبر دی۔

پس مومن متبع کے لیے لازم ہے کہ دین کی سند انھیں تین زمانوں میں ڈھونڈے اس کے بعد جو امور مسلمانوں میں ایسے پیدا ہوئے جن کی نظیر ان تین زمانوں میں نہ ہوا سے لغو جانے، ظاہر ہے کہ جب خیر القرون میں تقلید کا وجود نہ تھا تو تقلید لغو ہی ٹھہری اور مومن کے لیے ضروری ہے کہ لغو سے اعراض کرے۔

۸۔ عن ابن عمر قال، قال رسول اللہ ﷺ ((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) (ابو داؤد،اللباس ،فی لبس الشهرة،ح:٤٠٣١)

''عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انھیں میں سے ہے۔''

استشہاد:......عیسائیوں کا خودساختہ عقیدہ ہے کہ متی، مرقس، لوقا اور یوحنا چاروں اناجیل برحق ہیں حالانکہ ہر کتاب الگ الگ طریقہ پر ہے۔آج بعض لوگ چار اماموں کو برحق کہتے ہیں جب کہ چاروں میں بہت سے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک چیز ایک امام کے نزدیک حلال ہے تو دوسرے کے نزدیک حرام۔

حدیثِ معاذ کی تحقیق:

عن عمر بن الحارث ابن اخی المغیرة بن شعبة عن ناس من اهم حمص من اصحاب معاذ عن معاذ ان النبی لما بعثه الی الیمن قال: ((اِنْ عُرِضَ لَكَ قَضَاءٌ كَيْفَ تَقْضِىْ؟))قال: اقضی بکتاب الله، قال: ((فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ؟)) قال: فبسنة رسول الله، قال :((اَرَأَيْتَ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِىْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ؟)) قال: اجتهد برائی ولا آلوا، قال فضرب صدره ثم قال: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِمَا يَرْضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ)) (دارمی،المقدمة،الفتیا وما فیه من الشدة،ح:١٦٨،اسناده ضعیف)

''نبی ﷺ نے جب معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو فرمایا: اگر تمہارے پاس کوئی فیصلہ کے لیے آئے تو کیسے فیصلہ کرو گے؟ کہا: مَیں کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو؟ تو کہا: رسول اللہ ﷺ کی سنت سے۔ فرمایا اگر سنت میں بھی نہ ملے تو؟ تو کہا: مَیں اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھوں گا تو نبی ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ اس نے رسول کے فرستادہ کو اِس بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔''

یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس حدیث کی سند کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں:

لا نعرفه الا من هذا الوجه وليس اسناد عندى بمتصل (ترمذی ۱/ ۴۱۳)

''ہم اس حدیث کی کوئی اور سند نہیں پہچانتے اور اس کی سند میرے نزدیک متصل نہیں۔''

امام جوزقانی فرماتے ہیں:

هذا حديث باطل سالت من لقيته من اهل العلم بالنقل عنه فلم اجد له طريقا غير هذا والحارث بن عمرو هذا مجهول واصحاب معاذ من اهل حمص لا يعرفون ومثل هذا الاسناد لا يعتمد عليه فى اصل من اصول الشريعة (مرقاة الصعود حاشیه ابوداؤد، ج:۱، ص: ۱۴۹)

''یہ حدیث باطل ہے، مَیں جن جن اہلِ علم سے ملا ان سے اس حدیث سے متعلق دریافت کیا لیکن اس کا کوئی طریق سوائے اس طریق کے نہ مل سکا، اس کی سند میں حارث بن عمرو مجہول ہے اور معاذ سے بیان کرنے والے اہل حمص بھی مجہول ہیں اور ایسی سند پر اصول شریعت کے معاملے میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔''

اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو......

(۱)......کیا معاذ رضی اللہ عنہ کی تقلید اب بھی یمن میں ہوتی ہے۔ اگر نہیں تو اس واقعے سے کسی فوت شدہ امام کی تقلید کیسے ثابت ہوئی؟

حدیث اصحابی کالنجوم کی تحقیق

((اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمُ اهْتَدَیْتُمْ)) (جامع بیان العلم و فضله،باب بیان ما یلزم الناظر فی اختلاف العلماء،الشریعة للآجری،رقم:۱۲۲۷)

”میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے کسی کی اقتداء کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔“

علامہ البانی نے سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة المجلد الاول . ص:۱۴۴ پر یہ حدیث نقل کرکے فرمایا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

اس حدیث کو ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم و فضله (۸۲/۲) میں بطریق سلام بن سلیم حدثنا الحارث بن غصین عن الاعمش عن ابی سفیان عن جابر مرفوعاً نقل کیا ہے۔اس حدیث کے بارے میں ابن عبدالبر نے کہا:

هذا اسناد لا تقوم به حجة لان الحارث بن غصین مجهول

”اس سند سے دلیل قائم نہیں ہوسکتی کیوں کہ اس میں حارث بن غصین مجہول ہیں۔“

ابن حزم نے کہا: یہ روایت ساقط ہے اس میں ابوسفیان ضعیف ہے اور سلام بن سلیمان موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے اور یہ روایت بھی بلاشبہہ موضوع حدیثوں میں سے ایک ہے۔

اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تقلید

محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے کہا:سمعت ابن عمر یقول: لا یزال الناس علی الطریق ما اتبعوا الاثر (المدخل،السنن الکبریٰ للبیهقی، ص:۱۹۷)

”میں نے عبداللہ بن عمر کو یہ فرماتے سنا کہ لوگ ہمیشہ صحیح راستے پر رہیں گے جب تک وہ حدیث کی پیروی کرتے رہیں گے۔“

عبداللہ بن مسعود نے فرمایا:عن عبد الله بن مسعود قال: اتبعوا ولا تبتدعوا ولا یقلدن احدکم دینه عالما (طبرانی کبیر،رجاله رجال الصحیح)

”اتباع کرو اور بدعتیں مت نکالو اور تم میں سے کوئی اپنے دین میں کسی عالم کی تقلید نہ کرے۔“

ائمہ اربعہ اور دیگر علمائے امت کا موقف

اقوالِ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ

۱۔ لا یحل لاحد ان یاخذ بقولنا مالم یعلم من این اخذناہ(الانتقاء لابن عبد البر، ص: ۱۳۰۔ غایة الامانی فی الرد علی النبھانی ۱/ ۶۹)

''کسی شخص کے لیے حلال نہیں کہ وہ ہمارے قول پر عمل کرے یا اس سے دلیل پکڑے جب تک یہ نہ جان لے کہ ہم نے اسے کہاں سے لیا ہے۔''

امام صاحب کے مذکورہ قول سے دو باتیں بالکل ظاہر ہیں؛ ایک تو یہ کہ مجتہد کے لیے کسی کی تقلید جائز نہیں کیوں کہ اگر وہ شخص مجتہد ہے تو پھر اس کے لیے دلیل معلوم کرنا ضروری ہے ورنہ وہ مجتہد ہی نہیں رہے گا ،اسی طرح عامی کے لیے بھی تقلید جائز نہیں، کیوں کہ امام صاحب کے مذکورہ قول میں عامی اور مجتہد کی تخصیص نہیں۔ دوسرے یہ کہ دین میں کسی کی بات پر عمل کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک اس عمل کی دلیل شرعی کی معرفت حاصل نہ ہو جائے۔

۲۔حرام علی من لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی

(میزان کبریٰ للشعرانی، ج:۱، ص:۵۵)

''جس شخص کو میری دلیل کا علم نہ ہو اسے میرے قول پر فتویٰ دینا حرام ہے۔''

۳۔ فاننا بشر نقول القول الیوم ونرجع عنه غدا

(صفة صلاة النبی، ص: ۳۷)

''ہم انسان ہیں، آج ایک بات کہتے ہیں کل اس سے رجوع کر لیتے ہیں۔''

٤۔ ویحك یعقوب لا تکتب کل شیء منی فانی قد اری الرای الیوم واترکه غدا واری الرای غدا واترکه بعد غد

(میزان کبریٰ للشعرانی، ج: ٦٢)

''اے یعقوب! تیرے اوپر افسوس ہے۔ وہ ساری چیزیں مت لکھا کرو جو تم مجھ سے سنتے ہو کیوں کہ آج مَیں ایک رائے قائم کرتا ہوں اور کل اسے چھوڑ دیتا ہوں اور کل ایک رائے قائم کرتا اور پرسوں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔''

٥۔ اذا صح الحديث فهو مذهبى

(ایقاظ همم اولى الابصار نصائح خلافى، ص: ٥١)

''جب حدیث صحیح آ جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔''

٦۔اذا قلت قولا يخالف كتاب الله وخبر الرسول فاتركوا قولى(ایقاظ همم اولى الابصار نصائح خلافى، ص: ٥٠)

''جب مَیں کوئی مسئلہ بتاؤں اور وہ کتاب اللہ اور حدیثِ رسول کے خلاف ہو تو میرا قول چھوڑ دو۔''

اقوالِ امام مالک رحمہ اللہ

١۔ انما انا بشر اخطى واصيب فانظروا فى رأى فكل ما وافق الكتاب والسنة فخذوه وكل مالم يوافق الكتاب والسنة فاتركوه

(جامع بيان العلم، لابن عبد البر، ج:١، ص: ٣٢۔ واصول الاحكام لابن حزم، ج:٦، ص: ١٣٩)

''مَیں انسان ہی تو ہوں میری رائے غلط بھی ہوتی ہے اور صحیح بھی۔ تو میری رائے کو پرکھو، جو کتاب وسنت کے موافق ہو اسے لے لو اور جو کتاب وسنت کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔''

٢۔ليس احد بعد النبى الا ويوخذ من قوله ويترك الا لنبى(جامع بيان العلم لابن عبد البر، ج:١، ص:٣٢۔ اصول لابن حزم٦/ ١٣٩)

''نبی کے بعد کوئی ایسا نہیں ہے جس کی بات لی جا سکتی ہو اور چھوڑی بھی جا سکتی ہو سوائے نبی کے۔''

اقوالِ امام شافعی رحمہ اللہ

١ ـ اذا صح الحديث فهو مذهبی(المجموع للنووی ج١، ص ٦٣)

''جب صحیح حدیث آ جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔''

٢ ـ اذا وجدتم فی كتابی خلاف سنة رسول فقولوا بسنة رسول اللّٰه ودعوا ما قلت (مناقب الشافعی للبیهقی ١/ ٣٧٢)

''جب تم میری کتاب میں سنت رسول ﷺ کے خلاف پاؤ تو سنت رسول ﷺ کو لے لو اور میرے قول کو چھوڑ دو۔''

٣ـ كل حديث عن النبی ﷺ فهو قولی وان لم تسمعوه منی

(مناقب الشافعی لابن ابی حاتم، ص ٩٣)

''نبی ﷺ سے جو حدیث ثابت ہو وہی میرا قول ہے اگر چہ تم لوگوں نے اسے مجھ سے نہ سنا ہو۔''

٤ ـكل متكلم من الكتاب والسنة فهو الحق وما سواه هذيان(توالی التاسيس لابن حجر، ص : ١١٠)

''جو آدمی کتاب وسنت سے بات کر رہا ہو وہ حق بات ہے اس کے سوا جو کچھ بھی ہے بکواس ہے۔''

اقوالِ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

١ ـ لا تقلدونی ولا تقلدوا مالكًا ولا الشافعی ولا الاوزاعی ولا الثوری وخذوا من حيث اخذوا (اعلام الموقعين ص ٣٠٢، ج٢)

''میری تقلید نہ کرو نہ مالک کی تقلید کرو نہ شافعی کی نہ اوزاعی کی نہ ثوری کی۔ تم وہیں سے لو جہاں سے انہوں نے لیا ہے۔''

٢ ـ من ردّ حديث رسول اللّٰه ﷺ فهو على شفا هلكة

(صفة صلاة النبی الالبانی، ص ٥٣)

''جس نے حدیث رسول ﷺ کو رد کیا ہے وہ تباہی کے کنارے پر ہے۔''

علامہ عابد سندھی رحمہ اللہ نے فرمایا:

علامہ عابد سندھی رحمہ اللہ طوالع الانوار حاشیہ درمختار میں شیخ ابوالمعالی سے نقل کیا ہے:

وجوب تقلید مجتهد معین لا حجة علیه لا من جهة الشریعة ولا من جهة العقل (الارشاد، ط: انصاری، ص ٦٣)

''مجتہد معین کی شخصی تقلید کے وجوب کی دلیل نہیں نہ عقلی نہ شرعی۔''

مقلد اور عقل

عبداللہ بن معتمر فرماتے ہیں: لا فرق بین بهیمة تنقاد وانسان یقلد (اعلام الموقعین مطبوعه شراف المطالعة، ج ١، ص ١٢٧)

''مقلد انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں۔''

تقلید ایک آفت

هذا کلهن افة التقلید وعدم رجوعهم الی مدارك الحدیث (الارشاد مطبوعه انصاری، ص ١٦٦)

''اور یہ ساری غلطیاں تقلید کی آفت اور ان لوگوں کے کتب حدیث کی طرف رجوع نہ کرنے سے ہیں۔''

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے فرمایا:

علماء را بہ پیغمبری رسانیدہ شود بلکہ بخدائے (فتاویٰ عزیزیہ ج ١، ص: ١٧٦)

''مقلدین نے علماء کو پیغمبر بلکہ خدا کا درجہ دے دیا۔''

نیز فرمایا:

من اللطائف التی قلما ظفر بها جدلی کحفظ مذهبه ما اخترعه المتأخرون لحفظ مذهب ابی حنیفة وهی عدة قواعد

یـردون مـا جـمیـع مـا یـحتـج بهـا علیهم من الاحـادیث الصحیحة(فتاویٰ عزیزیه، ص ٦٢)

''متاخرین کے چند گھڑے ہوئے قواعد امام ابوحنیفہ کے مذہب کی حفاظت کے لیے جو دنیا کے عجائبات میں سے ہیں ان قواعد کی بدولت وہ تمام احادیث صحیحہ کو رد کردیتے ہیں جو اُن کے مذہب کے خلاف ہوں۔''

احناف کے امام کرخی کے اس سلسلے میں یہ اصول ملاحظہ کیجیے:

انَّ کُلَّ اٰیَةٍ تُخَالِفُ قَوْلَ اَصْحَابِنَا فَإِنَّهَا تُحْمَلُ عَلَى النَّسْخِ اَوْ عَلَى التَّرْجِیْحِ وَ الْاَوْلٰی اَنْ تُحْمَلَ عَلَى التَّأْوِیْلِ مِنْ جِهَةِ التَّوْفِیْقِ

''ہر وہ آیت جو ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہو تو اس کے بارے میں سمجھا جائے گا کہ وہ منسوخ ہے یا کسی اور دلیل کو اُس پر ترجیح حاصل ہے، بہتر یہ ہے کہ اس میں ایسی تاویل کی جائے کہ اس آیت میں اور ہمارے اصحاب کے قول میں موافقت پیدا ہو جائے۔'' (اصول الکرخی: اصولِ فقہ حنفی (مترجم: ڈاکٹر حافظ شہباز حسن)، اصل: ۲۸، ط: مکتبہ افکار اسلامی، لاہور)

امام کرخی رحمہ اللہ کا ایک اور اصول دیکھیں:

''ہر وہ حدیث جو ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہو اسے نسخ پر محمول کیا جائے گا یا یہ سمجھا جائے گا کہ وہ اپنی ہم پلہ حدیث کے معارض ہے۔ پھر کوئی اور ایسی دلیل یا ان وجوہ ترجیح میں سے وجہ ترجیح لائی جائے گی جن کے ساتھ ہمارے اصحاب (فقہائے احناف) حجت قائم کرتے ہیں، یا اسے تطبیق پر محمول کیا جائے گا اور دلیل قائم ہونے کی مناسبت ہی سے ایسا کیا جائے گا۔ لہٰذا اگر نسخ کی دلیل قائم ہو جائے تو اسے نسخ پر محمول کیا جائے گا اور اگر دلیل کسی اور پر قائم ہو جائے تو ہم اس کی طرف رجوع کریں گے۔'' (ایضاً، اصل: نمبر۲۹)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

وحنفیان برائے احکام مذہب خود اصل چند تراشیدند الـــخـــاص بیـن فـلا

یلحقه البیان ، العام قطعی کا الخاص ، المفهوم المخالف غیر معتبر ، الترجیح بکثرة الرواة غیر معتبر ، الزیادة علی الکتاب نسخ (فرق العینین،ص: ۱۸۶)

''احناف نے اپنے مذہب کی پختگی کے لیے کچھ اصول گھڑ لیے ہیں مثلاً خاص واضح ہے اس کی وضاحت کی حاجت نہیں ہوتی، عام بھی خاص کی طرح قطعی الدلالۃ ہے، مفہوم مخالف معتبر نہیں، راویوں کے اضافے کی وجہ سے ترجیح معتبر نہیں، کتاب اللہ پر اضافہ کتاب کا نسخ ہے۔''

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

التقلید حرام ولا یحل لاحد ان یاخذ قول احد غیر رسول اللّٰه بلا برهان (عقد الجید ، ص ۳۹،مطبوعه صدیقی، لاهور)

''تقلید حرام ہے اور کسی کو حلال نہیں کہ سوائے رسول اللہ کے کسی کے قول کو بلا دلیل اخذ کرے۔''

علامہ زمخشری نے یہ مثل لکھی:

ان کان للضلال ام فالتقلید امه فلاجرم ان الجاهل یقلده (اطواق الذهب ،ص ٤٧،مطبوعه مصر)

''اگر گمراہی کی کوئی ماں ہے تو تقلید اس کی ماں ہے، یقیناً جاہل ہی تقلید کرتا ہے۔''

علامہ ابن حزم نے فرمایا:

واهرب عن التقلید فهو ضلالة ان المقلد فی سبیل الهالك (معیار الحق مطبوعه رحمانی، ص ۲۵۲)

''تقلید سے بھاگ کیوں کہ وہ گمراہی ہے یقیناً مقلد ہلاکت کے راستے میں ہے۔''

ملا معین حنفی نے فرمایا:

من یعتصب بواحد معین غیر رسول اللّٰه ویریٰ ان قوله هو

الصواب الذي يجب اتباعه دون الائمة الاٰخرين فهو ضال جاهل بل قد يكون كافراً يستتاب فان تاب والاقتل فانه متى اعتقدانه يجب على الناس اتباع واحد بعينه من هذا الائمة دون الاٰخرين فقد جعله بمنزلة النبى ﷺ وذلك كفر

(دراسات اللبيب، ص:۱۲۵،ط:لاهور)

"(ابن عز نے ہدایہ کے حاشیے پر کہا) جو شخص رسول اللہ کے سوا کسی اور خاص ایک شخص کے مذہب پر اڑا رہے اور یہ سمجھے کہ اسی کی بات صحیح اور واجب الاتباع ہے اور کسی کی ائمہ میں سے صحیح نہیں ہے پس وہ گمراہ اور جاہل ہے بلکہ کافر ہی ہوجاتا ہے۔ اس سے توبہ کروائی جائے پس اگر توبہ کرلے تو بہتر ہے ورنہ اسے قتل کردیا جائے کیونکہ جب اس نے اس بات کا اعتقاد کیا کہ لوگوں پر ایک خاص شخص کی متابعت واجب ہے تو اسے بمنزلہ نبی کے ٹھہرایا اور یہ کفر ہے۔"

جلال الدین رومی نے کہا:

پس خطر باشد مقلد را عظیم
ازره و رهزن زشیطان رجیم

(مثنوی مولانا روم مطبوعہ نول کشور، ص ۴۴۹)

"مقلد کو شیطان مردود ڈاکو سے بڑے بڑے خطرے ہیں۔"

سعدی شیرازی نے کہا:

خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید (بوستان، ص:۱۷،ط:نول کشور)

"نبی کے خلاف جس نے راستہ اختیار کیا وہ کبھی منزل پر نہیں پہنچے گا۔"

مقلد ولی نہیں ہوسکتا

ان الولى الكامل لا يكون مقلداً انما ياخذ علمه من العين التى اخذ منها المجتهدون (میزان کبریٰ للشعرانی،ص:۲۰،ط:مصر)

''ولی کامل مقلد نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنا علم اسی چشمہ سے لیتا ہے جس سے مجتہدین نے لیا۔''

ولی کے مسلک کے بارے میں پیر عبدالقادر جیلانی کا فتویٰ

شیخ عبدالقادر جیلانی سے پوچھا گیا: هل كان لله وليًا على غير اعتقاد احمد بن حنبل فقال ما كان ولا يكون

(طبقات ابن رجب ۱/ ۱۰۲)

''کیا امام احمد بن حنبلؒ کا اعتقاد رکھنے والوں کے سوا کوئی اور ولی ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔''

تقلید کی کہانی مولانا رشید احمد گنگوہی کی زبانی

دیوبندی حکیم الامت ان کی سوانح عمری (تذکرۃ الرشید: ۱۲۱، ط: بلالی پریس سادھوڑہ) میں لکھتے ہیں:

''مقلدین عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد (یعنی اپنے مذہب کے امام کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے تو ان کے قلب میں انشراح و انبساط نہیں رہتا، بے چین ہوجاتے ہیں) بلکہ اول استنکار قلب میں پیدا ہوتا ہے، پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے خواہ کتنی ہی بعید ہو، خواہ کتنی ہی دلیل قوی اس کے معارض ہو بلکہ مجتہد کی دلیل اس مسئلہ میں بجز قیاس کچھ نہ ہو بلکہ خود اپنے دل میں بھی اس تاویل کی وقعت نہ ہو، مگر نصرتِ مذہب کے لیے تاویل ضروری سمجھتے ہیں یہ دل نہیں مانتا کہ قولِ مجتہد (اپنے مذہب) کو چھوڑ کر حدیث صریح پر عمل کرلیں۔''

مولانا اشرف علی تھانوی کی رنجیدگی

مولانا اشرف علی تھانوی مقلدین سے رنجیدہ ہوکر خون کے آنسو یوں بہاتے ہیں:

''مقلدین نے اپنے ائمہ کو معصوم عن الخطا و مصیب و جوباً اور مفروض الاطاعت تصور کرکے عزم بالجزم کیا کہ خواہ کیسی ہی حدیث صحیح، مخالف قول امام ہو اور مستند

قول امام کا بجز قیاس کے امر دیگر نہ ہو پھر بھی بہت سی علل اور خلل حدیث میں پیدا کر کے یا اس کی تاویل بعید کر کے حدیث کو رد کر دیں گے اور قول امام کو نہ چھوڑیں گے۔" (فتاویٰ امدادیہ، ج ص ۹۵)

شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب نے فرمایا:

"کلامِ صحابی اگر مخالف حدیث ہو اور تاویل کی گنجائش نہ ہو تو اسے ترک کر دینا چاہیے اور افعالِ رسول ﷺ کو اپنا مذہب قرار دینا چاہیے۔" (احسن القریٰ: ۱۴۷)

تلبیس ابلیس

عبد الرحمٰن جوزی نے اپنی کتاب "تلبیس ابلیس" میں لکھا ہے کہ شیطان دو طریقوں سے اس امت کے عقائد میں داخل ہوا۔ (۱) باپ دادوں کی تقلید کی راہ سے (۲) ایسی باتوں میں غور وخوض کرنے سے جن کی تہہ نہیں ملتی یا غور کرنے والا ان کی تہہ میں نہیں پہنچ سکتا۔ پس ابلیس نے دوسری قسم کے لوگوں کو طرح طرح کے خراب خلط ملط میں ڈال دیا۔

رہا طریق اول تو ابلیس نے مقلدین پر یہ رچایا کہ دلیلیں کبھی مشتبہ ہو جاتی ہیں اور راہِ صواب مخفی ہو جاتی ہے تو تقلید کر لینا سلامت راہ ہے۔ اس راہِ تقلید میں بکثرت مخلوق گمراہ ہوئی اور عموماً اسی سے لوگوں پر تباہی آئی۔ بے شک یہود و نصاریٰ نے اپنے باپ دادوں، پادریوں، پوپوں کی تقلید کی اور اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں لوگ اسی تقلید پر جمے ہوئے تھے۔

اور واضح رہے کہ جس دلیل سے انہوں نے تقلید کی تعریف کی اسی سے اس کی مذمت نکلتی ہے کیونکہ دلیلیں جب مشتبہ ہو جائیں اور راہِ صواب مخفی ہو تو تقلید کو چھوڑ دینا چاہیے تا کہ ضلالت میں نہ پڑیں۔

دوسرے تقلید کرنے والے عقل کی منفعت زائل کر لیتے ہیں اس لیے کہ عقل تو پیدا کی گئی تھی کہ آدمی غور و تامل کرے اور جس شخص کو اللہ نے یہ شمع دی ہو اگر وہ شمع بجھا کر اندھیرے میں چلے تو اس کی یہ حرکت احمقانہ ہے۔ جتنے اصحاب مذاہب ہیں ان کے ذہنوں میں ایک

شخص بڑی شان کا متصور ہوگیا تو جو کچھ اس نے کہا اسے بے سمجھے بوجھے ماننے اور پیروی کرنے لگے۔ یہی عین گمراہی ہے۔

حارث بن حوط نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا آپ گمان کرتے ہیں کہ طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ باطل پر تھے؟ تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے حارث تجھ پر معاملہ مشتبہ ہے حق کا پہچاننا لوگوں سے نہیں ہوتا بلکہ حق کو پہچان لے تو حق والے کو بھی پہچان لے گا۔ (تلبیس ابلیس لعبد الرحمن الجوزی ۱۳۲۳ھ لابی مع اردو ترجمہ، ص: ۱۱۲۔۱۱۳، مطبوعہ فاروقی دہلی)

تقلید اور منطق

مقلد کا یہ کہنا کہ دین ایک ہے اس کے چار دین کر دیے سراسر غلط فہمی ہے۔ یہ اعتراض دین و مذہب کے نہ سمجھنے سے پیدا ہوتا ہے، اسلام ایک جنس ہے اس کے تحت کئی انواع ہیں۔ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی جیسے حیوان ایک جنس ہے اس کے تحت کئی انواع ہیں انسان، گائے، بکری، گدھا وغیرہ۔

اس کا جواب یہ کہ جنس بحیثیت جنس، ماہیت متقررہ نہیں ہوتی جب تک اس کے ساتھ فصل مقوم نہ ملے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حیوان بحیثیت حیوان کہیں متحقق نہیں جب تک کہ اس کے ساتھ فصول مقومہ نہ ملیں۔

پس اگر اسلام ایک جنس ہے تو وہ حنفیت، شافعیت وغیرہ سے پہلے متحقق تھا یا نہیں؟ اگر متحقق تھا اور یقیناً تھا تو اسلام جنس نہ ہوا اور اگر نہیں تھا تو اسلام کا آغاز ائمہ اربعہ سے ہوا۔

المقول علی کثیرین مختلفین بالحقائق یعنی جنس وہ کلی ہے جو ایسے کثیرین پر بولی جائے جن کی حقیقتیں مختلف ہوں جیسے حیوان۔ نوع کی تعریف۔ المقول علی کثیرین مختلفین بالحقائق نوع وہ کلی ہے جو ایسے کثیرین پر بولی جائے جن کی حقیقتیں ایک ہوں جیسے انسان، پھر جنس اور نوع دونوں ایک کیسے ہوئے جب کہ ان دونوں کی تعریفات متبائن ہیں۔ اہل منطق کی بستی میں بطور خادم رہنے والے بھی یہ جانتے ہیں کہ جو فصل نوع کے لیے مقوم ہوگا وہ جنس کے لیے مقسم ہوگا مثلاً حیوان (جنس) کے ساتھ فصل

(ناطق) مل کر انواع بنانے کی وجہ سے مقوم ہوں گے تو جنس کے لیے مقسم کہلائیں گے جن کی وجہ سے جنس متعدد اشکال میں تقسیم ہو جائے گی۔
منطق کا طالب علم جانتا ہے کہ بشرط لاشی کے درجے میں متقرر نہیں ہوتی جب تک کہ فصل مقوم اس کے ساتھ مل کر اسے نوع نہ بنا دے۔
پھر حنفی مذہب کو قبل حنفیت مسلمان کہنا گویا فصل مقوم کے بغیر جنس متقرر ماننا ہے جو داب محصلین کے خلاف ہے۔

قیاس و تفقہ کی راہ

كانت عائشة يؤمها عبدها ذكوان من المصحف

(بخاری،الاذان،امامة العبد و المولى،تعليقا)

''عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام ذکوان قرآن دیکھ کر نماز پڑھاتا تھا۔''
مگر فقہ کا کہنا ہے کہ
لو نظر المصلى الى المصحف وقرأ منه فسدت صلوته لا الى فرج امراة بشهوة (الاشباه والنظائر، ط: هند، ص: ٤٣٤)
''اگر نمازی نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر عورت کی شرمگاہ جنسی جذبے کے ساتھ دیکھے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔''
اب اس عقل پروری اور تفقہ نوازی کو کون سمجھے جہاں قرآن دیکھنے سے خشوع ٹوٹے اور عمل کثیر ہو اور شرمگاہ کی طرف جنسی جذبے کے ساتھ توجہ نماز پر کوئی اثر ہی نہ ڈالے!
عن ابی مسعود قال رسول اللّٰه :يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ فَاِنْ كَانُوْا فِى الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ فِى الْهِجْرَةِ فَاِنْ كَانُوْا فِى الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانُوْا فِى السُّنَّةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ سِنًّا وَلَا يَؤُمَّ الرَّجُلُ فِىْ سُلْطَانِهِ وَلَا يَقْعُدْ عَلٰى تَكْرِمَتِهِ اِلَّا اَنْ يَاْذَنَ لَكَ)) (نسائی، الامامة، من احق بالامامة،ح:٧٨١)

''ابومسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: لوگوں کی امامت وہ کرے جو کتاب اللہ کا سب سے زیادہ قاری ہو۔ پس اگر قراءت میں سب برابر ہوں تو وہ امامت کرے جو ہجرت میں مقدم ہو، اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو وہ امامت کرے جو احادیث زیادہ جانتا ہو۔ احادیث جاننے میں سب برابر ہوں تو وہ امامت کرے جس کی عمر زیادہ ہو اور کوئی دوسرے کی جگہ میں جا کر امامت نہ کرے، نہ تُو اس کی جگہ پر جا کر بیٹھ، ہاں اگر وہ اجازت دے تو جائز ہے۔''

قارئین! مذکورہ حدیث کو دیکھیں، اس میں امامت کی شرطیں بتا دی گئی ہیں اور امام کا جسمانی نقص (مثلاً اندھا ہونا، لنگڑا ہونا) سے پاک ہونا امامت کی شرط ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس کا بھی ذکر فرما دیتے بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے، اندھے کی امامت کا تذکرہ کئی حدیثوں میں موجود ہے۔

انس فرماتے ہیں: ان رسول اللّٰہ استخلف ابن مکتوم علی المدینة مرتین یصلی بھم وھو اعمٰی

(مسنداحمد، ح: ۱۳۰۳۱، ط: بیت الافکار، ریاض)

''اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ پر (اپنی غیر موجودگی میں) دو مرتبہ عبداللہ ابن مکتوم کو اپنا جانشین بنایا کہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے جب کہ وہ نابینا تھے۔''

ان عتبان بن مالك كان يوم قومه وھو اعمٰی

(نسائی، الامامة، امامة الاعمٰی، ۷۸۹)

''عتبان بن مالک اندھے تھے اور اپنی قوم کی امامت کرتے تھے۔''

حیرت ہے ان احادیث کے ہوتے ہوئے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ جسمانی نقص وعیب والے آدمی کی امامت درست نہیں۔

صاحب مراقی الفلاح حنفی نے کہا: ماء البئر النجس الذی وقع فیه

حیوان ثم مات وانتفخ فان عجن بمائها یلقی للکلاب او یعلف به المواشی وقال بعضهم یباع لشافعی

(مراقی الفلاح، ص:۲۱، ۲۲)

''کنویں کا پانی کسی جانور کے مرجانے اور پھول پھٹ جانے سے نجس ہوجائے اوراس نجس پانی سے آٹا گوندھ لیا جائے تو بعد میں علم ہوجائے کہ پانی نجس تھا تو آٹا یا تو کتے کو ڈال دیا جائے یا چوپایوں کو کھلا دیا جائے۔ ایک نے تو کہا کہ شافعی مذہب والوں کو یہ آٹا بیچ دیا جائے۔''

تعصب کی یہ انتہا ہے کہ کتے اور جانور کو تو یونہی کھلا دیا جائے مگر شافعی مذہب والے کو مفت نہ دیا جائے بلکہ پیسہ لے کر دیا جائے۔

امام طحاوی نے اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ لا یقلد الاعصبی او غبی کہ تقلید متعصب اور احمق ہی کرتا ہے۔

اجتہاد اور تقلید

سوال یہ ہے کہ ائمہ کرام سے پہلے امت کے افضل ترین لوگ صحابہ کرام و تابعین کس کی تقلید کرتے تھے؟ جواب یہ ہے کہ وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ خالص کتاب وسنت پر ان کا عمل تھا۔ پھر ائمہ کرام آئے ان کے دور میں احادیث نبویہ اس طرح اکٹھی نہیں ہوئی تھیں جس طرح بعد میں چل کر اکٹھی ہوئیں۔ لہٰذا بہت سے پیش آمدہ مسائل جن کے بارے میں ان ائمہ کے پاس احادیث نہیں پہنچی تھیں ان میں انہوں نے اجتہاد سے کام لیا اور بعد میں یہ ثابت ہوگیا کہ وہ اجتہادات حدیث کے خلاف ہیں تو انہوں نے ان سے رجوع کرلیا۔

اجتہاد کو آپ ایک مثال سے سمجھئے: رات میں آپ کہیں اتر پڑے آپ کو عشاء کی نماز ادا کرنی ہے لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ قبلہ کدھر ہے؟ آپ نے تحرّی (اجتہاد) کیا اور آپ نے اجتہاد کے مطابق ایک سمت میں قبلہ سمجھ کر نماز ادا کرلی۔ فجر کی نماز بھی آپ نے اسی طرف رخ کرکے پڑھ لی۔ سورج نکلنے کے بعد آپ کو معلوم ہوا کہ آپ نے غلط سمت میں رخ

کر کے نماز پڑھی ہے تو آپ ظہر کی نماز میں کس طرف رخ کر کے نماز پڑھیں گے؟

عشاء اور فجر کی نمازیں جو آپ نے غلط سمت میں رخ کر کے ادا کی تھیں وہ درست ہوگئیں۔ دونوں نمازوں کو دہرانے کی ضرورت نہیں لیکن اب سورج نکلنے کے بعد یہ واضح ہوگیا کہ آپ نے غلط سمت میں رخ کر کے نماز پڑھی تو جس طرف قبلہ ہے آپ اسی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں گے، قبلہ کی تلاش کے لیے اب اجتہاد کی ضرورت نہیں۔

ائمہ کرام کا یہی طریقہ تھا کہ جن مسائل میں انہیں حدیث نہیں ملی ان مسائل میں انہوں نے اجتہاد کیا لیکن بعد میں جب احادیث معلوم ہوگئیں اور معلوم ہوا کہ ان کا کوئی اجتہاد حدیث کے خلاف تھا تو اس اجتہاد سے انہوں نے رجوع کرلیا۔ جس طرح سورج نکلنے کے بعد یہ ظاہر ہو جائے کہ قبلہ فلاں جانب ہے تو اب گنجائش نہیں کہ آپ قبلہ چھوڑ کر کسی اور سمت نماز ادا کریں۔ اگر آپ نے ایسی حرکت کی تو نماز قبول تو درکنار الٹا آپ گنہگار ہوں گے۔

نبی کریم ﷺ کو گزرے ہوئے سوا چودہ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ بیت گیا اور ائمہ کرام کو گزرے ہوئے بارہ سو سال ہوگئے۔ فرض کیجیے اب نبی کریم ﷺ اور چاروں ائمہ کرام زندہ ہو کر دنیا میں تشریف لے آئیں اور نبی کریم ﷺ فرمائیں کہ یہ کرو اور ائمہ کرام کہیں کہ اس طرح نہیں بلکہ اس طرح کرو تو ایسی صورت میں کس کا حکم مانا جائے گا؟

ظاہر ہے نبی ہی کی بات کو تسلیم کر کے اس پر عمل کیا جائے گا۔ ائمہ کی بات کو چھوڑ دیا جائے گا اب نہ تو نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان ہیں اور نہ ائمہ کرام۔ ہاں نبی کریم ﷺ کی احادیث و سنن موجود ہیں اور ائمہ کے اجتہادات و آراء۔ اگر ایک طرف نبی ﷺ کی کوئی حدیث یا سنت ہو دوسری طرف کسی امام کا قول یا رائے تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں امام کے قول کو چھوڑ کر نبی ہی کے فرمان کو لیا جائے گا۔ حدیث تسلیم نہ کرنے کی صورت میں کفر لازم آجائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام ائمہ جنہوں نے احادیث نہ ملنے کی صورت میں اجتہاد کیا وہ اس بات کی تاکید کر رہے ہیں کہ ہمارے اجتہادات کے خلاف اگر احادیث مل جائیں تو ہمارے اجتہادات کو چھوڑ کر احادیث کو حرز جاں بنانا۔

کیا محدثین مقلد تھے؟

اسماء الرجال کی کتابوں کی ورق گردانی کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محدثین کسی کے مقلد نہ تھے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ محدث بننے کے لیے بہت سے علوم وفنون سے واقف ہونا ضروری ہے۔اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ عالم کسی کا مقلد نہیں ہوتا۔المستصفٰی فی علم الاصول میں امام غزالی نے کہا:

التقلید لیس فی شیء من العلم ''تقلید علم کا درجہ نہیں۔''

ابن قیم نے اعلام الموقعین میں فرمایا:

ولا خلاف بین الناس ان التقلید لیس بعلم وان المقلد لا یطلق علیه اسم العالم

''اس میں تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ تقلید علم نہیں اور مقلد کو عالم نہیں کہا جا سکتا۔''

لیکن طبقات کی کتب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام محدثین مقلد تھے،طبقات والوں کا حال ایسا ہے کہ انہوں نے بڑے سے بڑے محدث کو بھی تقلید کے جال میں قید کرنے سے گریز نہیں کیا۔ یہ صرف قلم کی صفائی کا نتیجہ ہے۔ ہر ایک مذہب والے نے ائمہ کرام اور محدثین عظام کو اس پھندے میں گرفتار کرنے کی سعی کی،اس سے صرف عوام کو خوش کرنا یا تائیدِ مذہب مقصود تھا۔

بعض دفعہ محض نسبت کی بنا پر ائمہ کرام ومحدثین عظام کو تقلید کے زمرے میں شامل کر دیا جاتا ہے۔حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہوتی ہے۔نسبت کا تعلق چند امور سے ہوتا ہے جن میں تقلید کا پہلو قطعاً نہیں پایا جاتا۔

۱: استاذ کی طرف نسبت ہو یعنی کسی محدث کا استاذ کسی ایک مذہب کی نسبت رکھتا ہو۔

۲: علاقے میں کسی مذہب کی کثرت ہو تو اس علاقے کی وجہ سے اس کی طرف نسبت مشہور ہو گئی۔

۳: کسی کا طریق استنباط کسی ایک امام سے ملتا جلتا ہو تو اسی امام کی طرف نسبت کر دی گئی جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ (ط:مصر) ص۱۵۲ میں فرماتے ہیں:

کـان صاحب الحدیث قد ینسب الی احد المذاهب لکثرۃ موافقته

له کالنسائی والبیهقی ینسبان الی الشافعی

''کوئی محدث کبھی کثرت موافقت (طریق اجتہاد) کی وجہ سے کسی مذہب کی طرف منسوب کردیا جاتا۔ جیسے کہ امام نسائی اور بیہقی امام شافعی کی طرف منسوب کردیے جاتے ہیں لوگ انہیں شافعی سمجھتے ہیں حالانکہ وہ شافعی کے مقلد نہیں ہیں۔''

اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی کو بھی کثرت موافقت کی وجہ سے حنبلی کہہ دیا گیا ہے ورنہ وہ تقلید زیرِ بحث نہ کرتے تھے۔ وہ اپنی تصانیف میں عام طور سے احادیث سے استدلال کرتے ہیں، محض امام احمد بن حنبل کے قول کو بطور دلیل نہیں لاتے جبکہ مقلد کی دلیل اس کے امام کا قول ہے۔ جیسا کہ مسلم الثبوت میں ہے:

اما المقلد فمستندہ قول امامه

''مقلد کی دلیل تو اس کے امام کا قول ہوتا ہے۔''

مولانا عبدالحی لکھنوی النافع الکبیر ص ۱۳، ۱۵ پر لکھتے ہیں:

انـمـا انتسـب الیـه لسلوکه طریقته فی الاجتهاد یعنی کبھی مجتہد کے طریق اجتہاد کی موافقت کی وجہ سے کسی مجتہد کی طرف منسوب کردیتے ہیں۔

۴: کسی محدث نے کوئی کتاب لکھی اور اس کا اکثر حصہ کسی امام کے اجتہاد کے موافق ہوگیا تو اسے اسی امام کی طرف منسوب کردیا گیا۔

۵: حکومت کے خوف سے نسبت اس طرف کردی جس کی طرف حکومت کا میلان ہو۔

۶: بعد والوں نے طبقات کی تعداد بڑھانے کے لیے محدثین کو تقلید کی صف میں لا کھڑا کیا۔

۷: صاحبِ مذہب کے مدرسے میں تعلیم کی وجہ سے کسی کو اُس کی طرف منسوب کردیا گیا۔

اس آخری عقدے کی مثال مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ ہیں جو دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کرتے رہے اور جب دیوبند نمبر شائع ہوا تو انہیں دیوبندیت کی صف میں لا کھڑا کیا گیا۔ حالانکہ وہ مسلک اہل حدیث کے پابند اور اس کے داعی تھے۔ مختصر یہ کہ محدثین کرام

کسی کے مقلد نہ تھے بلکہ مستقل مجتہد تھے اور مذکورہ بالا وجوہ میں سے کسی وجہ کی بنا پر مسلک کی طرف منسوب کردیا گیا۔ جیسا کہ مشہور شافعی امام قاضی ابوبکر قفال کہتے ہیں:

لسنا مقلدين للشافعي بل وافق رأينا رأيه

''ہم شافعی کے مقلد نہیں ہیں بلکہ ہماری رائے ان کی رائے کے موافق ہوگئی ہے۔''

کیا ہم امام بخاری رحمہ اللہ کی تقلید کرتے ہیں؟

مقلدین کہتے ہیں تقلید سے کون خالی ہے تم بھی امام بخاری کی تقلید کرتے ہو۔

واہ میاں! ذرا بتاؤ حاکم وقت کا ایلچی (قاصد) اگر حاکم کا حکم سنا دے تو وہ حکم ایلچی کا ہوگا یا حاکم وقت کا؟ کیا تم اس سے یہ کہہ سکتے ہو کہ جا ہم تیری بات نہیں مانتے! سوچ کر انصاف سے بتائیں آپ کیا کہیں گے؟

ہمارے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے درمیان صدیوں کا فاصلہ ہے اور ہدایہ، کنزالدقائق، عالمگیری، قدوری اور درمختار کے مصنّفین کے درمیان سینکڑوں برسوں کا فاصلہ ہے، لوگ ان کے فتووں پر عمل کرتے ہیں اور حنفی کہلاتے ہیں مگر کوئی یہ نہیں کہتا کہ میں ہدایہ، درمختار وغیرہ کے مصنّفین کا مقلد ہوں، اگر کوئی یہ کہے کہ شاگرد بھی تو استاذ کی نقل کرتا ہے اس لیے استاذ جو کہتا اسے قبول کرلیتا ہے یہی تقلید ہے! یہ اس کی بڑی غلطی ہے۔

اولاً تقلید تو اس وقت ہوگی جب شاگرد استاذ کی ایجاد کردہ باتوں کو تسلیم کرے۔ کیا استاذ اسے اپنا اجتہاد پڑھاتا ہے یا کہ نقل سکھاتا ہے۔ اگر یہ نقل سکھاتا ہے تو تقلید نہیں، اگر اسی کو تقلید کہتے ہیں تو امام صاحب کے اقوال کو کس کے کہنے سے قبول کرتے ہو۔ اگر صاحب ہدایہ اور درمختار وغیرہ کے کہنے سے قبول کرتے ہو تو تسلسل لازم آئے گا اور تسلسل باطل ہے۔

اب ذرا انصاف سے بتائیں کہ ہدایہ وغیرہ میں کس کی باتیں ہیں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ہیں؟ یا امتیوں کی؟ کچھ دیر کے لیے یوں ہی تسلیم کرلیں کہ قرآن وحدیث سے نکالی ہوئی ہیں مگر اللہ کے بندو یہ عین کلام نبی تو نہیں۔

''بوئے مشک ہے مگر مشک تو نہیں۔''

قبول روایت اور تقلید

محدثین نے جو احادیث جمع کیں اور لکھیں، ان احادیث کا سن لینے والا ان کا مقلد نہیں کہا جاسکتا کیونکہ وہ احادیث ان محدثین کا قول نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہیں جنہیں محدثین روایت کرتے ہیں اور محدثین اور دیگر رواۃ حدیث تو محض ایک واسطہ ہیں جیسا کہ کتب فقہ کے مؤلفین اور دیگر حنفی علماء امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی نقل کے لیے محض ایک واسطہ ہیں اور ان سے لینے والے ان کے مقلد نہیں کہلاتے۔ اس کے علاوہ اگر نقل روایت کرنے والے کی روایت کردہ بات کو ماننے والا مقلد کہلائے تو ماننا پڑے گا کہ ائمہ اربعہ بھی مقلد تھے۔ اس لیے کہ انہوں نے بھی تو احادیث آخر رواۃ حدیث اور محدثین ہی سے لی ہیں خود انہوں نے وہ احادیث پیغمبر کی زبان سے نہیں سنیں حالانکہ ان کا مقلد ہونا تسلیم نہیں کیا جاتا، لہٰذا محدثین کی روایت کردہ حدیثوں کو لینے کی بنا پر کوئی ان کا مقلد نہیں بن جاتا۔

ہند میں حکمتِ دیں کوئی کہاں سے سیکھے
نہ کہیں لذت کردار نہ افکارِ عمیق
حلقہ شوق میں وہ جرأت رندانہ کہاں
آہ! محکومیٔ تقلید و زوالِ تحقیق
خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق
ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق

تقلید کی اقسام کا تجزیہ

تقلید کی چار قسمیں ہیں: (۱) واجب۔ (۲) مباح۔ (۳) حرام (۴) شرک۔

واجب:.... لاعلمی کے وقت کسی مجتہد کی اس شرط پر تقلید کرے کہ اس وقت تک مانتا ہو جب تک اس کا مخالفِ کتاب وسنت ہونا ظاہر نہ ہوجائے۔

مباح :..... مذہب معین کی تقلید ہے اس تعین کو نہ امر شرعی جانتا ہو نہ تعصب رکھتا ہو۔ دوسرے مذاہب کے مسائل کو بھی لے لیتا ہو۔ ظاہر نصوص کا انکار نہیں کرتا، دوسرے کو برا نہیں سمجھتا، نہ طعن و تشنیع کرتا ہو۔

حرام :..... کسی مجتہد کے تمام مسائل کو واجب شرعی جانتا ہو اور یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ اور رسول ﷺ نے امام کی تقلید کو لازم بتایا ہے۔ قرآن و حدیث سے براہِ راست استفادہ سے مجھے کچھ لینا دینا نہیں۔

شرک :..... کسی شخص کی تقلید کو لازم کر لے اور اس قدر غلو کرے کہ قرآن و حدیث آنے پر بھی وہ امام کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتا بلکہ تاویل و تحریف کرنے سے بھی باز نہیں آتا اور تاویل کر کے اپنے امام کے قول کے مطابق بناتا ہو۔ اپنے امام کے قول کو قرآن و حدیث کے مطابق..... امام نے جو حلال کیا اسے حلال سمجھا جسے حرام کہا اسے حرام سمجھا۔

تقلید کی مذکورہ بالا تقسیم بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ بدعتِ حسنہ اور بدعت سیئہ اور جب نبی اکرم ﷺ نے فرمادیا کہ ہر بدعت ضلالت ہے تو کوئی بدعت حسنہ کیسے ہوسکتی ہے!

جہاں تک پہلی قسم تقلید مطلق کا سوال ہے تو یہ کسی اعتبار سے تقلید نہیں کیونکہ ایک عامی کا کسی عالم سے مسئلہ پوچھنا استفادہ ہے اور یہ قرآن کا حکم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تقلید کی ان چار اقسام کو شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب عقد الجید میں نقل کیا تھا اور نقل در نقل کے نتیجے میں متعدد علماء نے اسے اپنی اپنی کتابوں میں جگہ دے دی جب کہ تقلید کی کوئی قسم جائز نہیں۔

اعتبارِ جرح کے لیے معاصرت کی شرط

❀:..... آپ کہتے ہیں کہ جرح کے معتبر ہونے کے لیے معاصرت شرط ہے۔ (اور مقصود یہ بتانا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر بعد کے لوگوں نے جرح کی ہے اس لیے معتبر نہیں۔)

❀:..... یہ بات یقیناً علم حدیث کے ماننے والوں کے لیے بھی ایک انکشاف ہے، کیا آپ بتا سکتے ہیں مذکورہ اصول، اصول حدیث کی کس کتاب میں درج ہے؟

❁:.....اس قول کی روشنی میں ضروری ہے کہ ماہرین فن حدیث یا جرح و تعدیل کے ائمہ صرف اپنے زمانے میں موجود رواۃ حدیث پر ہی جرح کر سکتے ہیں اپنے زمانے سے ماقبل کے افراد یا رواۃ پر جرح کرنے کا انہیں حق نہیں اور اگر وہ جرح کریں تو معتبر و مقبول نہیں ہوگی۔ چنانچہ یحییٰ بن معین، ابن عیینہ، ابن مبارک، سعید بن قطان، عبدالرحمٰن بن مہدی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام ابوزرعہ رازی، امام ابوحاتم، ابن حبان، امام مسلم، امام نسائی، امام ترمذی، امام حاکم، امام دارقطنی، امام ابن تیمیہ رحمہم اللہ جیسے ائمہ حدیث نے اپنے دور سے پہلے کے جن رواۃ حدیث پر جرحیں کیں وہ سب آپ کے مذکورہ قول کے مطابق مسترد ہو جاتی ہیں۔علمی دنیا میں اس نادرۂ روزگار تحقیق سے یقیناً تہلکہ مچ جائے گا اور علوم حدیث کے دفاتر کی ازسرنو چھان بین کی ضرورت پڑ جائے گی۔

❁:..... مذکورہ قول آپ کے علم اور خاص طور سے علم حدیث سے دوری کا بین ثبوت ہے کیونکہ اہل علم وفن کے نزدیک معاصرت جرح کے اعتبار کے لیے شرط نہیں بلکہ ''بعض اوقات'' معاصرت کی وجہ سے جرح غیر معتبر سمجھی جاتی ہے کیونکہ ''ان المعاصرۃ اصل المنافرۃ'' معاصرت، منافرت اور مخاصمت کی بنیاد ہوتی ہے۔لہٰذا اگر ہم عصر آدمی نے جرح کی ہے تو یہ امکان و احتمال ہوسکتا ہے کہ محض معاصرانہ چشمک و رقابت کی بنا پر غلط فہمی پیدا ہوئی ہو اور جرح کر دی گئی ہو اس لیے جرح کو قبول کرنے کے سلسلے میں بعض شرائط مقرر ہیں جیسے یہ کہ جرح وہ معتبر ہوگی جو مفسر ہو۔ (خصوصاً اس راوی کے بارے میں جس کے حق میں کچھ لوگوں نے تعدیل کی ہو چنانچہ جرح مفسر تعدیل پر مقدم ہوگی۔)

❁:..... بالفرض آپ کی مذکورہ بے دلیل، بے بنیاد اور غیر معقول بات کو درست بھی مان لیا جائے تب بھی آپ اپنے مقصد و مراد میں کامیاب نہیں ہوتے کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر روایت حدیث میں جرح کرنے والے ائمہ کرام میں ان کے ہم عصر بھی شامل ہیں جیسے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ، امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ .....وغیرھم۔

المختصر نہ آپ کا قول کوئی وزن رکھتا ہے اور نہ اس سے آپ کا مقصد حاصل ہوتا ہے۔

تقلید شخصی اور مکتب فکر کا شوشہ

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم تقلید شخصی کے قائل نہیں ہم تو مکتبِ فکر کے قائل ہیں...

یہ بات بھی درست نہیں۔ غلط اور کمزور موقف اختیار کرنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ آدمی کسی ایک بات پر ٹک نہیں پاتا۔ ذرا وضاحت تو کیجیے کہ ''ہم تقلید شخصی کے قائل نہیں'' میں ''ہم'' سے مراد کون ہیں؟ کیا احناف کے سارے علماء اور عوام یا پھر صرف آپ اور آپ کے معتقدین؟ یہ سوال ہم اس لیے کر رہے ہیں کہ آج تک آپ کے اکابر علماء نے دعویٰ پیش کیا ہے کہ تقلید شخصی ضروری ہے اور تقلید شخصی کا ثبوت کھینچ تان کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی پیش کرتے ہیں (تقلید کے اثبات میں علمائے احناف کی عام کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں) نیز آپ کے علماء تقلید شخصی کو ضروری اور اجماعی ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں جب کہ آپ کے مذکورہ قول سے ان بزرگوں کی ساری مساعی یک قلم مسترد کردی گئی۔ بہرحال ہمیں خوشی ہے کہ آپ یک گونہ ہمارے موافق تو ہوئے کہ آپ تقلید شخصی کے قائل نہیں۔ گزارش ہے کہ اس فکر کا پرچار پہلے خود اپنے حلقوں میں کریں جہاں عوام وخواص تقلید شخصی کے وجوب کی قائل ہیں۔

❀:.... دوم آپ سے سوال ہے کہ ''ہم مکتب فکر کے قائل ہیں'' میں مکتب فکر سے کیا مراد ہے؟ اگر اس سے مراد یہ ہے کہ حنفی مسلک میں صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی آراء پر فتویٰ دیا جائے صاحبین اور دیگر فقہا کے اقوال بھی مفتی بہ ہیں اور آپ اس اعتراض سے بچنا چاہتے ہیں کہ جب آپ بہت سے اقوال میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو چھوڑ کر دوسروں کے اقوال مانتے ہیں تب بھی تو بات نہیں، کیونکہ یہ ''مکتب فکر'' بھی وہ چیز نہیں ہے جس کی اطاعت و اتباع کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ یہ ایک شخص کی بجائے ایک شخص کی طرف منسوب ''بعد کے مسلک'' کی تقلید ہوئی اور اس کا حاصل بھی یہ ہوا کہ مسلک کے خلاف اگر قرآن مجید کا ارشاد اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر ائمہ کے اقوال ہوں سب مسترد ہوجائیں گے صرف مسلک یا مکتب فکر کی بات مانی جائے گی۔

اور اگر مکتب فکر سے مراد اہل الرائے کا مکتب ہے جو اہل الحدیث (اہل حجاز کے مقابل اہل عراق علماء) کا تھا تب بھی بات وہی رہی جو اوپر گزری۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ اور وصیتیں دیکھیں وہ اہل الرائے کی تردید کرتے اور اہل الحدیث کے طریقے کی تصدیق کرتے ہوئے وصیت کرتے ہیں کہ اہل الحدیث کا طریقہ قبول کرو۔

غرض تقلید شخصی اور مکتب فکر کی تفریق محض لفظوں کا بے معنی کھیل ہے، اس سے معاملے میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور مکتب فکر کے قائل ہو کر بھی کتاب و سنت کے متبع نہیں ہو پاتے۔

محدثین کی تصحیح و تضعیف (اسناد پر حکم) تسلیم کرنا تقلید نہیں ہے

رہا آپ کا یہ اعتراض کہ جب ہم سند کو بلا تحقیق تسلیم کرتے ہیں تو ہم بھی اتنے ہی مقلد ہوئے تو اسی اعتراض کو عام طور پر لوگ یوں دہراتے ہیں کہ حدیثوں کے صحیح اور ضعیف ہونے اور مقبول و مردود ہونے کا حکم تو محدثین لگاتے ہیں عام لوگ یا ہر عالم و جاہل تو یہ حکم نہیں لگا سکتا، نہ اس کا اہل ہوتا ہے۔ لہٰذا اِس معاملے میں سب لوگ محدثین کے فیصلوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ گویا تقلید کے منکر یہاں خود بھی تقلید کرتے یا کرنے پر مجبور ہیں۔ (کچھ اصحاب نے مزید تنوع پیدا کیا اور کہا کہ بتائیے کہ اللہ نے اور رسول اللہ ﷺ نے خود کن حدیثوں کو صحیح اور کن روایتوں کو ضعیف کہا ہے کیونکہ اگر اللہ اور رسول کے علاوہ کی تصحیح و تضعیف مانی تو یہ تو تقلید ہو جائے گی اور آپ لوگ تقلید کے مخالف ہیں۔ کسی نے اسی اعتراض کو یوں پیش کیا کہ کیا ہر جاہل و عامی بھی حدیثوں میں صحیح اور ضعیف کو جان لیتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر وہ بھی تو تقلید کرتے ہیں وغیرہ۔ الغرض یہ ایک اعتراض الفاظ اور انداز بدل بدل کر کیا جاتا ہے۔)

جب کہ یہ اعتراض بھی غلط ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ معترضین نے سمجھا ہی نہیں ہے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ تقلید کرتے ہیں لیکن اس کا مطلب نہیں جانتے۔

(تقلید کرنے اور اس کا جواز بیان کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ ہم تو جاہل ہیں قرآن و حدیث خود نہیں سمجھ سکتے اس لیے تقلید کرتے ہیں لیکن تقلید کی شرعی حیثیت ثابت کرنے کے لیے ''علامہ'' بن کر نت نئے علمی شاہکار پیش کرتے ہیں کہ دیکھو اس طرح تقلید ثابت ہوتی

ہے۔یعنی تقلید ثابت کرنے کے لیے وہ قرآن وحدیث اور عقلیات سمجھنے لگتے ہیں....)

اب مذکورہ اعتراض کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

دین میں غیر نبی کی ''رائے'' کو قبول کرنا

محدثین جو حدیثیں نقل کرتے ہیں اور اس پر صحیح وضعیف کا حکم لگاتے ہیں وہ اصولِ روایت کے تحت ان کی تحقیق اور خبر ہوتی ہے، اجتہادی رائے نہیں ہوتی۔

رائے اور روایت کے درمیان یا اجتہاد وخبر کے درمیان فرقِ محتاج بیان نہیں۔مثال کے طور پر ایک شخص کوئی بات کہتا ہے کہ ''میرا خیال ایسا ہے'' اور کوئی بات کہتا ہے کہ ''مَیں نے ایسا سنا یا دیکھا ہے'' تو خیال والا جملہ رائے ہے اور سننے اور دیکھنے والے جملے میں خبر دی گئی ہے۔دونوں جملے ایک جیسے نہیں ہیں۔چنانچہ شریعت مطہرہ نے کسی غیر نبی کی رائے واجتہاد کو قبول کرنا مسلمانوں پر واجب نہیں کیا ہے (یعنی تقلید کا حکم نہیں دیا) لیکن شریعت نے ثقہ وعادل لوگوں کی شہادت وخبر کو قبول کرنے کا حکم دیا ہے۔جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِنۡ جَآءَكُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوٓا﴾ (٤٩/ الحجرٰت:٦)

''ایمان والو!اگر کوئی فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی چھان بین (تحقیق) کرلیا کرو۔''

اس کا مخالف مفہوم یہ ہوا کہ کوئی عادل و پرہیزگار یا ثقہ آدمی خبر لائے تو اسے قبول کرلو۔نیز شہادت وگواہی کے سلسلے میں متعدد آیات واحادیث ہیں جس طرح خبر کو قبول کرنے کے حکم میں بہت سے دلائل ہیں۔

لہٰذا جب ہم محدثین کا حدیثوں یا سندوں کے متعلق قول تسلیم کرتے ہیں تو تقلید نہیں کرتے بلکہ حکم شریعت کے مطابق ان کی روایت، خبر یا شہادت کو قبول کرتے ہیں۔کیونکہ شریعت نے اسے قبول کرنے کا حکم دیا ہے، آدمیوں کی آراء کو قبول کرنے کا حکم نہیں دیا۔



حافظ جلال الدین قاسمی کی مطبوعہ تحریری کاوشیں

۱۔احسن الجدال بجواب راہِ اعتدال
۲۔ردِتقلید،قرآن مجید،احادیث نبویہ،اقوال ائمہ وفقہا کی روشنی میں
۳۔پیارے نبی کی پانچ پیاری نصیحتیں ۴۔تفسیر اٰیۃ الکرسی
۵۔تفسیر سورۃ الاخلاص ۶۔حجیتِ حدیث
۷۔دل ۸۔رفع الشکوک والاوھام بجواب ۱۲ مسائل ۲۰ لاکھ انعام
۹۔عورت اور اسلام ۱۰۔مختصر تاریخِ اہل حدیث

مطبوعات دارالفکر الاسلامی، واہ کینٹ، راولپنڈی

۱۔ اسلامی عقیدہ از محمد بن جمیل زینو (مطبوع)
۲۔ تصوف، کتاب وسنت کے تناظر میں از محمد بن جمیل زینو (مطبوع)
۳۔ حصن المسلم، تخریج وتحقیق: حافظ زبیر علیزئی (مطبوع)
۴۔ سلام، اہمیت وفضیلت از مفتی عبدالولی خان (مطبوع)
۵۔ طہارت کے مسائل، ترجمہ: ابوسعد حافظ عبدالوھاب (زیرطبع)
۶۔ قبروں کے پاس دعا کی جائز وناجائز صورتیں از سید بن عبدالمقصود (زیرطبع)
۷۔ مکارم اخلاق از سلیم بن عید الہلالی (مطبوع)
۸۔ ہمارے معاشرتی اخلاق وکردار از ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی، ترجمہ: عبدالغفار حسن (مطبوع)

مولانا محمد ارشد کمال کی تحریری کاوشیں

۱۔عذاب قبر کتاب وسنت کی روشنی میں (مطبوع)
۲۔سیدنا ثعلبہ بن حاطب درعدالت انصاف (مطبوع)
۳۔نیکیوں کو برباد کرنے والے اعمال (مطبوع) ۴۔گناہوں کو مٹانے والے اعمال (مطبوع)
۵۔استقامت دین (مطبوع) ۶۔تحفۃ السائلین (مطبوع)
۷۔تفسیر سورۃ الحجرات (سوالاً جواباً) (مطبوع) ۸۔حاضری نماز (مطبوع)
۹۔عذابِ قبر، قرآن مجید کی روشنی میں (مطبوع) ۱۰۔تخریج احادیث مشکوٰۃ المصابیح (مطبوع)
۱۱۔اسلامی مہینے اور ان کا تعارف (مطبوع) ۱۲۔المسند فی عذاب القبر (مطبوع)
۱۳۔القول القوی فی نقد الرجال (زیرِطبع) ۱۴۔ترجمہ قرآن مجید (زیرِطبع)
۱۵۔ہفتے کے دن اور ان کا تعارف (زیرِطبع)

ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن کی تحریری کاوشیں

۱۔فتاویٰ افکارِ اسلامی،۳۱۴۳ سوالات کے جوابات (مطبوع)
۲۔تفسیر معارف البیان،سورۃ الفاتحہ اورسورۃ البقرۃ (۱۔۵۰ آیات کی تفسیر) (مطبوع)
۳۔مظلوم صحابیات رضی اللہ عنہن،ظلم وناانصافی کا شکار ہونے والی عورتوں کے لیے اسوہ صحابیات سے راہنمائی (مطبوع)
۴۔شوقِ عمل،ارکانِ اسلام کی ترغیب،قرآنِ مجید اور صحیح احادیث کی روشنی میں (مطبوع)
۵۔سیاحتِ امت المعروف بہ شوقِ جہاد،قرآن اور معتبر احادیث کی روشنی میں (مطبوع)
۶۔سجدۂ تلاوت کے احکام اور آیاتِ سجدہ کا پیغام (مطبوع)
۷۔صداقت نبوتِ محمدی (دلائل النبوة از ڈاکٹر منقذ بن محمود السقار کا ترجمہ وتعلیق) (مطبوع)
۸۔بدعات کا انسائیکلوپیڈیا (قاموس البدع کا ترجمہ واستدراک) (مطبوع)
۹۔غسل،وضواور نماز کا طریقہ مع دعائیں (الوضوء و الغسل و الصلاة کا ترجمہ وتعلیق) (مطبوع)
۱۰۔مشکلات اور پریشانیوں سے بچنے کے طریقے (حافظ حمزہ کاشف رشہباز حسن) (مطبوع)
۱۱۔مقامِ قرآن (میاں انوار اللہ رشہباز حسن) (مطبوع)
۱۲۔علومِ اسلامیہ (پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد اسرائیل فاروقی رشہباز حسن) (مطبوع)
۱۳۔اسلامی تعلیمات (پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد اسرائیل فاروقی رشہباز حسن) (مطبوع)
۱۴۔جہنم اور جہنمیوں کے احوال (النار حالها و احوال اهلها کا ترجمہ وتعلیق) (مطبوع)
۱۵۔خوش نصیبی کی راہیں (طریق الهجرتین ازامام ابن قیم کا ترجمہ اور تلخیص وتعلیق) (مطبوع)
۱۶۔تفسیر میں عربی لغت سے استدلال کا منہج (اسلامیات میں پی ایچ ڈی کا مقالہ (زیرِطبع)
۱۷۔جنت میں خواتین کے لیے انعامات (احوال النساء فی الجنة کا ترجمہ وتعلیق) (مطبوع)
۱۸۔اسلام کے بنیادی عقائد ونظریات اور اعمال وآداب،شرح اربعین نووی (زیرِطبع)
۱۹۔فرقہ پرستی کے اسباب اور ان کا حل (الافترق۔اسبابها و علاجها کا ترجمہ وتعلیق) (زیرِطبع)
۲۰۔دنیا ڈھلتی چھاؤں (الدنیا ظل زائل کا ترجمہ) (زیرِطبع) ۲۱۔اصول الکرخی (ترجمہ) (مطبوع)
۲۲۔التأثیر الاسلامی فی شعر(عجمائی زبان وادب میں عربی مقالہ) (زیرِطبع)
۲۳۔انسان اور قرآن (میاں انوار اللہ رشہباز حسن) (زیرِطبع)

نظر ثانی شدہ کتب

۱۔اردو ترجمہ قرآن مجید از مولانا محمد ارشد کمال ۲۔صحیح ابن خزیمہ (ترجمہ وشرح)
۳۔مشکوٰۃ المصابیح (ترجمہ) ۴۔حدیث اور خدام حدیث از میاں انوار اللہ
۵۔الاسماء الحسنیٰ از میاں انوار اللہ ۶۔المسند فی عذاب القبر از مولانا محمد ارشد کمال
۷۔عذاب قبر،قرآن کی روشنی میں از مولانا ارشد کمال ۸۔ذکر اللہ کے فوائد از پروفیسر عنایت اللہ مدنی
۹۔تقلید کی شرعی حیثیت از حافظ جلال الدین قاسمی ۱۰۔حقانیت اسلام،از پروفیسر محمد انس